عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۶ | ۴ تا ۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۴ تا ۳۱/ مئی ۲۰۰۷ء | شمارہ: ۲۰

قیمت ۷ روپے

ظہور مہدی اور قادیانی تلبیس

ڈی این اے ٹیسٹ اور ثبوتِ نسب

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حدیث کا مرتبہ و اہمیت

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

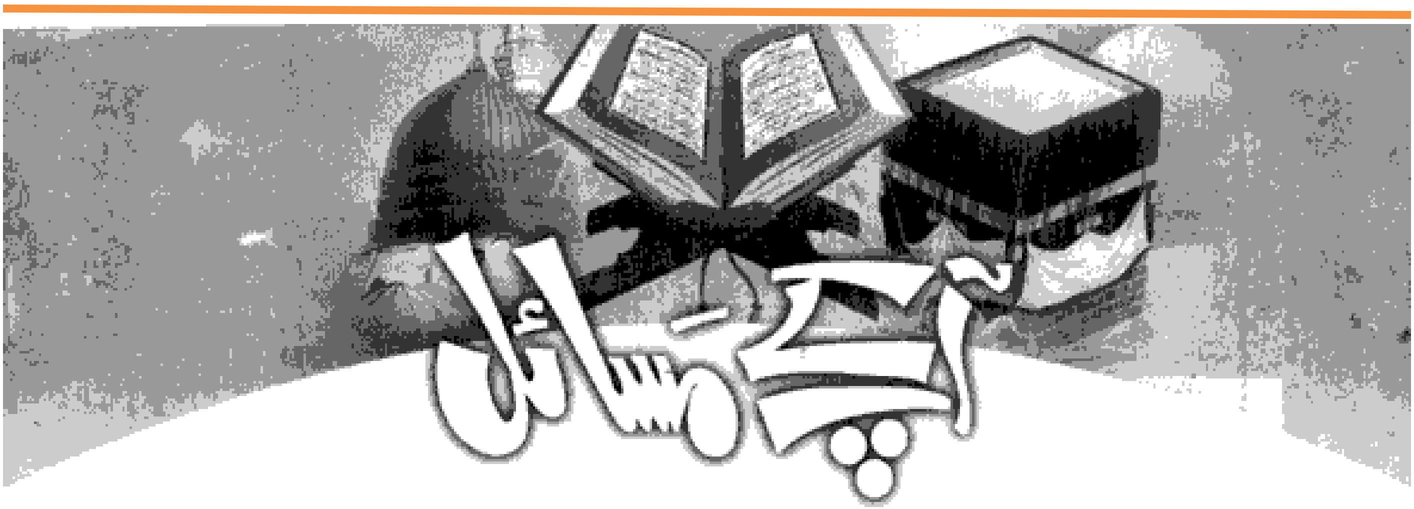

قسم کا کفارہ:

(اکرام ظہور' کراچی)

س:...... اگر کوئی کام نہ کرنے کی قسم کھائی' بعد میں وہ قسم توڑ دی جائے تو اس قسم کا کیا کفارہ ہوگا؟ اگر ایک مسکین کو کھانا کھلانے کے بجائے پیسے کسی جگہ دینا چاہیں تو اس قسم کے کفارے کی کتنی رقم بنتی ہے؟

ج:...... قسم توڑنے پر قسم کا کفارہ دینا ہوگا' اور قسم کا کفارہ تین روزے ہیں یا دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔

دس مسکینوں کے کھانے کی رقم کسی مستحق ادارہ میں جمع کرائی جاسکتی ہے' جہاں مستحق زکوٰۃ لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہو۔

ایک مسکین کے کھانے کی رقم اتنا ہے' جتنا صدقہ فطر کی رقم ہوتی ہے' مثلاً: اگر تیس روپے صدقہ فطر ہو تو دس مسکینوں کے دو وقت کھانے کی رقم ۶۰۰ روپے ہوگی۔

معذور کا حکم:

(این خان' کراچی)

س:...... مجھے کمزوری کی وجہ سے پیشاب کے قطرے آتے ہیں' بار بار غسل بھی نہیں کرسکتی' اسی حالت میں نماز اور قرآن مجید کیسے پڑھوں؟

نیز مجھے اپنی قضا نمازیں پڑھنی ہیں اور قرآن کریم بھی ختم کرنا ہے۔ میں وظائف وغیرہ نہیں پڑھ پارہی ہوں۔ میرے اس مسئلہ کا کیا حل ہے؟

ج:...... اگر کسی کو اس حد تک مسلسل پیشاب کے قطرے آتے ہوں کہ ایک نماز کے پورے وقت میں اس کو اتنا مہلت نہیں ملتی کہ وہ وضو کرکے صرف فرض پڑھ سکے تو وہ معذور ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے نیا وضو کرلیا کرے' اور اس نماز کے وقت میں اس وضو سے جو چاہے عبادت کرے' پیشاب کے قطروں سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا' البتہ جیسے ہی نماز کا وقت ختم ہوگا' تو اس کا وضو خود بخود ٹوٹ جائے گا' لہٰذا دوسرے وقت کی نماز کے لئے نیا وضو کرے۔

الیکٹرک کرنٹ یا گولی کے ذریعہ ذبیحہ:

(ہارون خان' امریکا)

س:...... آپ نے ایک مسئلہ کے جواب میں فرمایا تھا کہ اگر کوئی صورت نہ ہو تو اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے۔

یہاں امریکا میں جو گوشت ملتا ہے' وہ جانور کو پہلے زندہ مار کر حاصل کیا جاتا ہے' یعنی جانور کو الیکٹرک کرنٹ یا گولی کے ذریعہ مار دیا جاتا ہے' جب وہ بالکل مرجاتا ہے' تو پھر اس کو چھری سے ذبیحہ کیا جاتا ہے۔ ذبیحہ کرتے وقت یہ اپنے خدا کا نام لیتے ہیں۔

براہ کرم اس ذبیحہ کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالیں' جو میں نے بتایا ہے' کیا ایسا گوشت کھانا جائز ہے؟

ج:...... اگر جانور کو اس قدر کرنٹ لگایا جاتا ہو کہ وہ مرجائے اور اس کے بعد مردہ پر چھری پھیری جاتی ہو' تو وہ مردار ہے' اس کا گوشت کھانا حرام و ناجائز ہے۔

اسی طرح ذبیحہ کرنے والا صحیح اہل کتاب نہ ہو' بلکہ وہ نام نہاد یہودی اور عیسائی ہو' یا وہ مشرک ہو تو اس کا ذبیحہ بھی ناجائز ہے۔

جیسا کہ آپ نے کہا کہ وہ اپنے خدا کا نام لیتے ہیں' یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی غیر اللہ کا نام لیتے ہیں تو ایسے ذبیحہ کو بھی حرام ہی کہا جائے گا۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد: ۲۶ شمارہ: ۲۰ ۴ تا ۱۱/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۲ تا ۲۸/مئی ۲۰۰۷ء

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اسلم طوفانی

مدیر

مولانا اللہ وسایا

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر — مولانا سعید احمد جلالپوری

علامہ احمد میاں حمادی — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

صاحبزادہ سید محمد سلیمان بنوری — مولانا بشیر احمد

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی — مولانا قاضی احسان احمد

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا — کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ • منظور احمد میو ایڈووکیٹ

اس شمارے میں

نزول مسیح اور ظہور مہدی کا انکار زیغ وضلال اور گمراہی ہے	اداریہ	۴
اسلام کا امن آفریں پیغام	مولانا مصلح الدین قاسمی	۶
حدیث کا مرتبہ واہمیت	مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ	۹
امام ابوحنیفہؒ	رخسانہ قریشی	۱۳
ڈی این اے ٹیسٹ اور ثبوت نسب	مولانا سعید احمد جلال پوری	۱۶
ظہور مہدیؑ اور قادیانی تلبیس	محمد اکمل	۱۹

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات،
بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر
زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور
اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road.Karachi.
Ph: 2780337 Fax: 2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۸۳۴۸۶-۴۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan
Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.k.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسین مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

نزول مسیح اور ظہور مہدی کا انکار زیغ وضلال اور گمراہی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم‘ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین‘ تابعین‘ تبع تابعین‘ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ سے لے کر آج تک پوری امت کے نزدیک ختم نبوت کا معنی یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نئے سرے سے نبی نہیں بنایا جائے گا یا اسے نئی نبوت نہیں دی جائے گی‘ چنانچہ جن حضرات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے نبوت مل چکی ہے‘ ان کا دوبارہ دنیا میں نازل ہونا اور نبی ہونے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت اور دین کی ترویج کرنا‘ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے‘ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے انبیائے سابقہ میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر روانگی اور قرب قیامت میں اس دنیا میں دوبارہ نزول کا عقیدہ بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ قرآن وسنت کا قطعی عقیدہ ہے‘ جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں‘ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول اگر قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں وارد نہ ہوا ہوتا‘ تو قادیانیوں کا اس پر اشکال لائق توجہ ہوتا‘ مگر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کا اعلان فرما کر یہ بشارت سنا دی کہ قرب قیامت میں ان کے نزول پر تمام اہل کتاب مسلمان ہوجائیں گے‘ اسی طرح جب آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیثِ متواترہ میں اس کی صراحت فرمادی کہ: وہ حاکم وعادل بن کر نازل ہوں گے‘ خنزیر کا خاتمہ کریں گے‘ دجال کو قتل کریں گے اور اسلام کی اشاعت کریں گے‘ تو اب بتلایا جائے کہ اس پر اشکال کیونکر ہونا چاہئے؟

ہاں اگر بالفرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت ملتی یا آپؑ دوبارہ نازل ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت وشریعت کی ترویج کے بجائے اپنی نبوت اور دین وشریعت کی اشاعت وترویج کرتے‘ تو یہ ختم نبوت کے منافی ہوتا‘ لیکن جب آپؑ کو نبوت پہلے ہی مل چکی ہے‘ اور باوجود نبی ہونے کے آپؑ‘ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین وشریعت کے پیروکار اور اس کی اشاعت وترویج کے لئے دوبارہ نازل ہوں‘ تو اس سے ختم نبوت پر کیونکر حرف آئے گا؟ اور یہ ختم نبوت کے منافی کیوں کہلائے گا؟؟؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور حضرت مہدی علیہ الرضوان کے ظہور پر اعتراض تو تب کیا جاسکتا تھا جب خدانخواستہ یہ ہردو حضرات‘ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے منافی کسی کام اور سرگرمی میں مصروف ہوتے‘ اگر یہ ہردو حضرات‘ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے مشن کی تکمیل کے لئے تشریف لائیں‘ تو اس پر کیونکر اعتراض ہونا چاہئے؟

اگر بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی شریعت کی ترویج ختم نبوت کے منافی ہے‘ تو کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ‘ حضرت عمر رضی اللہ عنہ‘ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ‘ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین‘ تابعین‘ تبع تابعین‘ ائمہ مجتہدین اور چودہ صدیوں کے وہ تمام علمائے امت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کو لے کر دنیا میں مصروف عمل رہے‘ ان کے وجود پر بھی اعتراض ہوگا‘ اگر ان پر اعتراض نہیں‘ تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور حضرت مہدی علیہ الرضوان کے ظہور پر کیونکر اعتراض ہے؟؟؟

حضرت مہدی علیہ الرضوان' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہوں گے' اور جیسا کہ احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے' وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے ہوں گے' ان کا نام محمد' ان کے والد کا نام عبداللہ ہوگا اور وہ سید ہوں گے' اگر بالفرض وہ امتی نبی کہلانے کے مستحق ہوتے' تو جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اوصاف وصفات' حلیہ اور خاندانی پس منظر کو بیان فرمایا ہے' اسی طرح آپ' اس کی وضاحت بھی فرما سکتے تھے کہ وہ امتی نبی بھی ہوں گے' لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو امتی نبی نہیں فرمایا تو کسی کو اُنہیں امتی نبی کہنے کا کیا حق ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک ارشاد: ''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ......''میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا...... اسی طرح: ''لو کان بعدی نبی لکان عمر ......''اگر میرے بعد کسی دوسرے کے نبی بننے کی گنجائش ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے بعد نبی ہوتے...... اسی طرح ارشادِ الٰہی: ''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین''(الاحزاب:۴۰)......حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں' لیکن اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں......ان واضح تصریحات کے بعد قیامت تک آنے والے کسی داعی اور مصلح کے لئے ایسے الفاظ کا استعمال کرنا یا اس کو اس منصب پر فائز کرنا' کیا قرآن وسنت کی تکذیب کے مترادف نہیں؟

بلاشبہ جب گزشتہ چودہ صدیوں کی پوری امت مسلمہ......جس میں صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین' ائمہ دین' مجتہدین' مفسرین' محدثین' فقہاء' صوفیاء رحمہم اللہ سب شامل ہیں...... نے آج تک امتی نبی یا ظلی' بروزی نبی کی اصطلاح استعمال نہیں کی' تو آج پندرھویں صدی کے کسی نام نہاد متنبی یا اس کے پیروکاروں کو اس کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے؟؟

ان تصریحات سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مرزا قادیانی......جس کا نام مرزا غلام احمد اور والد کا نام مرزا غلام مرتضیٰ تھا' اور جس کے بارہ میں قادیانیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ مسیح موعود بھی ہے' امام مہدی بھی' نبی بھی اور امتی بھی......وہ کسی طور مسیح' مہدی' ظلی' بروزی یا امتی نبی کہلانے کا مستحق نہیں' بلکہ دجال' کذاب اور خارج از اسلام ہے۔

دیکھا جائے تو مرزا غلام احمد قادیانی کے علاوہ ظلی' بروزی اور امتی نبی کی اصطلاح کا کہیں کوئی وجود نہیں' ہاں مرزا غلام احمد قادیانی وہ پہلا شخص ہے' جس نے اپنے لئے ان اصطلاحات کا استعمال کرکے اپنے آپ کو انبیاء کی صف میں شامل کرنے کی ناپاک جسارت کی' لیکن وہ اپنے منصوبہ میں بُری طرح ناکام ہوا' اس لئے کہ وہ قرآن وسنت اور چودہ صدیوں کے اکابر علمائے امت کی تصریحات کی روشنی میں اپنے آپ کو نبی تو کیا' عام مسلمان بھی باور نہیں کرا سکا' یہی وجہ ہے کہ اس نے چور دروازے سے محل نبوت میں داخل ہونے کے لئے نام نہاد اور باطل تاویلات کا سہارا لیا' مگر بحمداللہ! علمائے امت اور امت مسلمہ نے اس کا ایسا تعاقب کیا کہ وہ اپنی موت آپ مرگیا' اور اس کی یہ حسرت' حسرت ہی رہی۔

چونکہ حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظہور متواتر احادیث سے ثابت ہے' اس لئے جو شخص ان کی آمد اور ظہور کا انکار کرتا ہے' اس کا اہل حق سے کوئی تعلق نہیں ہے' بلاشبہ احادیث کی روشنی میں حضرت مہدی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد: ''ما انا علیہ واصحابی '' کی شاہراہ پر گامزن ہوں گے' پھر یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ حضرت مہدی کی آمد اور ظہور پر تمام مسلمان متفق ہیں' اس لئے نزولِ مسیح وظہورِ مہدی کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ عقائد و تعلیمات کی پیروی میں ہی فلاح وکامیابی ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں زیغ' ضلال اور گمراہی سے بچا کر اسلامی عقائد واعمال سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

دعائے صحت کی اپیل

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما' مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب عارضہ قلب میں مبتلا ہیں' عوام الناس سے حضرت مولانا کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

اسلام کا امن آفریں پیغام

مولانا مصلح الدین قاسمی

آج پورا عالم اسلام جس بدامنی و انارکی اور انتشار و لامرکزیت کا شکار ہے' تمدنی ترقیات اور معاشی سرگرمیوں کے دھارے میں جس طرح بہہ رہا ہے' وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے' ہر طرف بنیاد پرستی' شدت پسندی و جنگجویانہ سرگرمیوں کا دور دورہ ہے' پوری دنیائے انسانیت خون میں نہارہی ہے' ہر چہار جانب خون کے فوارے چھوٹتے نظر آرہے ہیں' قیمتی جانیں ضائع ہورہی ہیں' ہر ایک دوسرے کے حق میں زہر قاتل بنا ہوا ہے' بغض و عناد' کینہ کپٹ' بدگمانی' بے اعتمادی' عزت و آبرو کی بے وقعتی' مردم آزاری و آدم بیزاری' عقل پر جذبات کی حکمرانی' دور اندیشی پر کوتاہ اندیشی کا غلبہ' عوامی مفاد پر ذاتی اغراض کو ترجیح' جذبات کے پیچھے بہہ جانے اور کھوکھلے نعروں کے پیچھے دیوانہ بن جانے کی عادت جیسی بیماریاں لوگوں کے دلوں میں جڑ پکڑ چکی ہیں' اور یہ ایسی بیماریاں ہیں جو بڑی سے بڑی قوم اور ملک کا خاتمہ کردیتی ہیں اور موت کے گھاٹ اتار دیتی ہیں۔

اسی طرح تنگ نظری' مفاد پرستی' حد سے بڑھا ہوا احساس برتری' جذبات سے مغلوب ہوجانے' روئی کی طرح جلد آگ پکڑ لینے اور بارود کی طرح بھک سے اڑ جانے کی صلاحیت کسی ایک میدان میں محدود اور کسی ایک فرقے کے ساتھ مخصوص نہیں رہ سکتی۔ نفرت و اقتدار کی بڑھی ہوئی ہوس کی آگ کو اگر جلانے کے لئے ایندھن نہ ملے' تو وہ خود کو کھانے لگتی ہے' دور جاہلیت کے ایک حقیقت پسند عرب شاعر نے کہا تھا:

"النار تاکل نفسہ
ان لم تجد ما تاکلہ"

ترجمہ:...... "آگ اپنے کو کھانے لگتی ہے اگر اس کو کچھ اور کھانے کو نہ ملے۔"

اور اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج پوری دنیائے انسانیت ان تمام مہلک امراض میں مبتلا ہے' اور اسی کا نتیجہ ہے کہ پورے عالم میں عجیب و غریب قسم کی بحرانی کیفیت چھائی ہوئی ہے' دنیا کے کسی گوشے میں چین و سکون نظر نہیں آرہا ہے۔

پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے ایسا ہورہا ہے' مگر اب تو دنیا ترقی کررہی ہے' تہذیب و تمدن اور علم کا دور دورہ ہے' اب تو ہونا یہ چاہئے کہ انسانوں کے مابین حائل فاصلے کم ہوتے' آپس کے روابط و تعلقات میں اضافہ ہوتا' لیکن یہ سب کچھ نہیں ہورہا ہے' جتنا علم بڑھتا جارہا ہے' اتنا ہی انسانوں کی باہمی خلیج میں اضافہ ہوتا جارہا ہے' آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ اور ان حالات میں اسلام کا امن آفریں پیغام کیا ہے؟

یہ ایک ایسا چبھتا ہوا سوال ہے' جو ہر اس ہوش مند کے دل میں پیدا ہورہا ہے' جسے انسانیت سے ہمدردی ہے' جسے رنگ' علاقہ' زبان اور قوم سے زیادہ انسانیت عزیز ہے' مگر اس سوال کا جواب اور اس بحرانی کیفیت کے اسباب کا پتا قرآن و حدیث کے مطالعہ سے چلے گا' چند اسباب درج ذیل ہیں:

ا:...... ہمارے علوم اب برائے معلومات و حصول نفع رہ گئے ہیں' ان کے ساتھ انسانی ہمدردی اور جذبہ خدمت کا سبق ختم ہوگیا ہے' جب کہ اسلام میں انسانی ہمدردی اور انسانیت نوازی پر بہت زور دیا گیا ہے۔

۲:...... نشر و اشاعت کے وہ وسائل و ذرائع جو معلومات اور حصول تفریح کے لئے ایجاد کئے گئے تھے' ان سے اب اکثر و بیشتر ایسے اخلاق سوز اور حیا سوز مناظر پیش کئے جانے لگے' جو محبت و الفت اور انسانیت کی جوت جگانے کے بجائے جرائم پیشہ بننے کا ذہن تیار کرنے لگے۔

۳:...... سامان عیش و تنعم کی نت نئی ایجادات نے حصول مال و جاہ کی ایسی حرص پیدا کردی ہے کہ انسان کے لئے انسان کی جان لینا اتنا آسان ہوگیا ہے' جتنا کسی فصل کو نقصان پہنچانے والے کیڑے مکوڑوں کو مارنا۔

فتنہ وفساد کے ان اسباب ومحرکات پر کھلی آزادی اور چھوٹ کے ساتھ اہل قلم کتنے ہی اچھے مضامین لکھیں اور حالات کا تجزیہ کریں' خون خرابے میں کوئی کمی نہیں آسکتی' اخلاقی فساد و بگاڑ کو دور نہیں کیا جاسکتا' یہ فساد و بگاڑ جب بڑھتا ہے اور اس کی فکر نہیں کی جاتی' تو وہ افراد سے تجاوز کر کے جماعتی' قومی اور علاقائی بنیادوں پر پھیل جاتا ہے' اور پھر یہ سلسلہ بڑھتا ہوا پوری دنیا پر محیط ہو جاتا ہے۔

اس وقت پوری دنیا کی جو صورت حال ہے' اور جس کا ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں' اس میں یہی اسباب وعوامل کام کر رہے ہیں۔

اب رہا یہ کہ اس نازک مرحلے اور انتشار کے دور میں اسلام کا پیغام کیا ہے؟ اور کن اصولوں کے اپنانے کی اسلام تلقین کرتا ہے؟ جن سے عالم اسلام کی اس بحرانی کیفیت میں سدھار پیدا ہو' تو سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم مسلمان ہیں' ہمارا ایمان قرآن و حدیث کی لازوال اور انمٹ تعلیمات پر ہے' ہمارے لئے قرآن و حدیث اور اسوۂ نبوی ہی وہ قیمتی تحفہ ہے' جو حلقہ گرداب میں پھنسی ہوئی کشتی کو ساحل تک پہنچا سکتا ہے' ذلت وخواری کے عمیق غار سے نکال کر عزت وکامرانی کے اعلیٰ مراتب تک پہنچا سکتا ہے' یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اسوۂ نبوی کو اپنانے کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔"

(سورۂ احزاب:۲۱)

ترجمہ:...... "تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اچھا نمونہ ہے۔"

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو پوری دنیا میں عام کریں' سیرت نبویؐ کے ہر گوشے کو اجاگر کریں اور دنیا کے چپے چپے میں یہ بات پہنچا دیں کہ اس بحران اور انتشار کو دور کرنے کے لئے آپ کی تعلیمات ہی واحد راستہ ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہی میں عام انسانوں کی صلاح وفلاح اور اثر انگیزی کا غیر معمولی سامان ہے' کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سب سے بڑا مشن اور نصب العین انسانی قدروں کا تحفظ کرنا تھا' جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پامال و برباد کی جا چکی تھیں۔

چنانچہ یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہے کہ جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت و رسالت کا لافانی پیغام لے کر اس کارگہ عالم میں جلوہ گر ہوئے' اس وقت کی بحرانی کیفیت اور مردم بیزاری اس وقت سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی تھی' بلکہ اس وقت تو شرافت و انسانیت اور اخلاق ومروت اپنا بستر لپیٹ چکی تھی' بسیط ارضی پر چہار سو یاس و ناامیدی کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں' تہذیب وتمدن' شائستگی اور حسن معاشرت کی کوئی چیز نظر نہ آتی تھی' اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اسوہ کارگر ہوا' آپؐ کے جلوہ افروز ہوتے ہی اس بحرانی کیفیت میں سدھار آنے لگا' برے اخلاق اور گندی خصلتوں کے خیمے اکھڑنے لگے' تشدد' ظلم و بربریت آپس کے اختلاف وتنازع اور باہمی کشیدگی کی دیوار ڈھے گئی' جب آپؐ نے اپنے نورانی اخلاق وکردار' صالح و پاکیزہ زندگی اور اسلامی طرز معاشرت سے دنیا والوں کو روشناس کرایا' تو پوری دنیا نے آپ کی تعلیمات پر لبیک کہا' اور وہی لوگ جو دنیا کی قوموں میں سب سے پست تھے' وہ دنیا والوں کے لئے معلم ومربی بن گئے' جو رہزن تھے' وہ رہبر بن گئے' جن کی زندگی فسق وفجور کی نذر تھی' وہ اتنے بلند ومقدس مرتبے پر فائز ہو گئے کہ صداقت و پاکیزگی کو ان کے انتساب سے شرف ہونے لگا' جو مردہ تھے' وہ زندہ ہی نہیں' بلکہ دوسروں کو زندگی دینے والے بن گئے' سچ ہے:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی آپ کی سنت پر پوری طرح عمل کیا' انہیں آپ کی ہر ادا سے عشق تھا' اسی لئے آپ کی حیات اقدس' آپؐ کے حالات اور آپ کی سیرت وصورت کو انہوں نے اپنے اذہان میں اس طرح محفوظ کر لیا تھا کہ ایک طرف صحت و درستگی کا یہ انتظام و انصرام تھا کہ قرآن کے علاوہ دیگر کسی آسمانی صحیفے کو بھی اس طرح محفوظ نہ کیا گیا' اور وسعت وتفصیل کا یہ عالم تھا کہ افعال وفرامین' صورت وسیرت' رفتار و گفتار' اخلاق و عادات' طرز زیست و معاشرت' چلنے پھرنے' اٹھنے بیٹھنے' سونے جاگنے' ہنسنے بولنے' خورد و نوش اور لباس و پوشاک کی ایک ایک ادا اور حالات و واقعات کا ایک ایک حرف ضبط کر لیا اور عملی زندگی میں ان سب کو برت کر دکھایا۔

آج بھی محسن انسانیت' رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب ہستی کا ایک ایک ورق مشعل ہدایت بن کر عالم کے سامنے ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج چشم ظاہر سے گو مستور ہیں' لیکن اسوۂ رسول ہماری نگاہوں کے سامنے ہے' وہ قدم

جن کی زیارت ہمارے لئے اوج سعادت تھی' آج ہماری نظروں سے اوجھل ہیں' لیکن نقش قدم موجود ہیں' مگر لوگ اس سے رہنمائی حاصل نہیں کررہے ہیں' یہ عملی کوتاہی ہی نہیں' ذہنی افلاس کی علامت بھی ہے' کہ جو حیات طیبہ قدم قدم پر رہنما ہے اور جس کا ایک ایک جزیہ محفوظ ہے' اس کی روشنی میں ہم کوئی لائحہ عمل مرتب نہ کرسکیں اور دنیوی نقشوں میں اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے میں اپنی توانائیاں ضائع کردیں۔

آج عالم اسلام کے بحران کو ختم کرنے اور امن وسکون پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم زندگی کے ہر گوشے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو ملحوظ رکھیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کریں' ہر شخص اپنا محاسبہ کرکے اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کرے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال یہ تھا کہ ان میں سے ہر ایک کو یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ میرا کوئی فعل' میرا کوئی عمل' میرا کوئی قول' میری کوئی ادا' اللہ تبارک وتعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف تو نہیں ہے؟ اور جب یہ فکر لگی ہوئی ہو' تو پھر جب وہ کسی دوسرے سے کوئی اصلاح کی بات کہتے' تو وہ بات دل پر اثر انداز ہوتی' اس سے زندگیاں بدلتیں' اس سے انقلاب آتے اور انقلاب برپا کرکے دنیا کو بھی دکھادیا۔

ہماری حالت یہ ہے کہ ہم دوسروں کو نصیحت کررہے ہیں اور خود ہمارا عمل اس پر نہیں ہے' اس لئے اولاً تو اس بات کا اثر ہی نہیں ہوگا' اور اگر اثر ہو بھی گیا' تو سننے والا جب یہ دیکھے گا کہ یہ خود اس کام کو نہیں کررہے ہیں اور ہمیں نصیحت کررہے ہیں' اگر یہ کام اچھا ہوتا تو پہلے یہ خود عمل کرتے' اس طرح وہ بات ہوا میں اڑ جاتی ہے اور اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نے جو انقلاب برپا کیا اور صرف ۲۳ سال کی مدت میں پورے جزیرۂ عرب کی کایا پلٹ دی' یہ انقلاب اس لئے آیا کہ آپؐ نے امت کو جس بات کے کرنے کا حکم دیا' پہلے خود اس پر اس سے زیادہ عمل کیا' اگر ہم بھی یہ طریقہ اپنالیں اور اپنے قول وعمل میں یکسانیت پیدا کرلیں' اپنے آپ کو اخلاقی' ذہنی اور عملی اعتبار سے ممتاز ثابت کردیں' تو یقیناً چمن کی روٹھی ہوئی بہار پلٹ کر قدموں میں آجائے گی۔

☆☆..........☆☆

"ماضی کے جھروکوں سے"

"جمعیت علماً سرحد سے تعلق کے زمانے میں ہمیں محسوس ہوا کہ پشاور میں قادیانی اپنے پاؤں پھیلارہے ہیں اور دین سے ناواقف طبقہ کو گمراہ کررہے ہیں' پشاور کا ایک قادیانی مسمّٰی غلام حسین جو قرآن کریم کی قادیانی تفسیر (یا بلفظ صحیح تحریف) بھی لکھ چکا تھا' وہ پشاور میں صبح کو "درس قرآن" دیتا تھا' نوجوان وکلاء اور کالجوں کے ناپختہ ذہن طالب علم اس میں شریک ہوا کرتے تھے' پشاور کا مشہور لیڈر (سردار عبدالرب نشتر) جو بعد میں مسلم لیگ اور پاکستان کا بڑا رہنما بنا' وہ بھی ان کے درس میں شریک ہوتا تھا۔ پشاور کے اسلامیہ کالج کا وائس پرنسپل تیمور' مرزا بشیرالدین محمود قادیانی کا رشتہ دار تھا۔ قادیانی' سال میں ایک دفعہ "یوم النبی" کے نام سے ایک بڑا جلسہ کرتے تھے' جس میں شرکت کے لئے تمام سرکاری افسروں کو دعوت نامے بھیجے جاتے' اس طرح کھلے بندوں قادیانیت کی تبلیغ کے لئے راستہ ہموار کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ جب ہم جمعیت العلماً کے کام میں منہمک تھے' تو میں نے دیکھا کہ قصہ خوانی بازار میں قادیانیوں کے اس جلسے کے اشتہارات لگ رہے ہیں' جن میں اسلامیہ کلب میں "یوم النبی" کا اعلان تھا' میں نے مولانا (محمد یوسف بنوریؒ) سے مشورہ کیا کہ قادیانیوں کی اس کھلی جارحیت کا سدباب ہونا چاہئے' میں ان دنوں اسلامیہ اسکول میں عربی کا معلم اور استاذ تھا۔ میں نے اسکول کی نویں اور دسویں جماعت کے طلبہ کو قادیانیت کی حقیقت بتائی اور قادیانیوں کے "یوم النبی" کے نام پر لوگوں کو بہکانے کی مکاری عیاں کی اور انہیں بھی اس معرکہ میں حصہ لینے کے لئے تیار کیا' جس کا نقشہ میں اور مولانا بنوریؒ بنا چکے تھے۔ مقررہ تاریخ پر قادیانیوں نے اسلامیہ کلب میں قالین بچھائے' اسٹیج لگایا اور جلسہ کا انتظام کرنے لگے' ہم دونوں بھی وہاں پہنچ گئے اور جاکر اعلان کردیا کہ یہاں اہل اسلام کا جلسہ ہوگا۔ ہماری اور قادیانیوں کی کشمکش ہوئی' جس میں قاضی یوسف نامی قادیانی نے مجھ پر لاٹھی سے حملہ کردیا۔ ہمارے رفقاء نے اس کو پکڑ کر نیچے گرادیا' جو قادیانی کرسیوں پر براجمان تھے انہیں بھی فرش پر گرادیا۔ قادیانی ذلت ونامرادی کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے' اب اسٹیج پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ مولانا بنوریؒ نے بڑی فصیح وبلیغ اور طویل تقریر فرمائی' مسلمانوں اور قادیانیوں کی کشمکش سن کر پورا شہر امڈ آیا اور خوب جلسہ ہوا' قادیانیوں کو ایسی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا کہ جب سے اب تک انہیں پشاور میں ایسا ڈھونگ رچانے کی دوبارہ جرأت نہیں ہوئی۔"

(از حضرت مولانا لطف اللہ)

حدیث کا مرتبہ واہمیت

مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

انسان اس عالم رنگ و بو میں جب آنکھیں کھولتا ہے'اسی وقت سے اس کا سفر زندگی شروع ہو جاتا ہے اور یہ سفر مسلسل جاری رہتا ہے' دنیا میں کتنے ہی حوادث واقع ہوں' کتنے ہی طوفان آئیں' لیکن اس کا یہ سفر جاری رہتا ہے' بچپن' لڑکپن' نوجوانی' جوانی اور بڑھاپے کی مختلف منزلیں آتی ہیں' لیکن وہ کسی منزل پر نہیں ٹھہرتا اور ان منازل کو طے کرتا ہوا اپنا سفر جاری رکھتا ہے' یہاں تک کہ موت کا پنجہ اس کے اس سفر کے تسلسل کو توڑ دیتا ہے۔

انسان اپنے سفر کے دوران اس دنیا کی بوقلمونی اور اس کی رنگارنگی کو دیکھتا ہے اور اس نظام کائنات کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کے سامنے چند بنیادی سوالات ابھر کر سامنے آجاتے ہیں:

اس دنیا کا آغاز وانجام کیا ہے؟ یہ نظام کائنات جو ایک مربوط اور منظم طریقہ سے روز ازل سے جاری ہے' اس نظام کو قائم و باقی رکھنے والی ذات کون سی ہے؟ اور اس کا انسانوں کے ساتھ اور انسان کا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اس ہمہ گیر اور محکم قانونِ نظام کائنات کا مقصد کیا ہے؟ اس دنیا میں انسان کی آمد کس مقصد کے تحت ہوئی ہے؟ انسان خود مختار ہے یا کسی طاقت کے ماتحت؟ اس کا منصب اور ذمہ داری کیا ہے؟ اس دنیا کا سفر طے کرنے کے بعد انسان فنا ہو جاتا ہے؟ یا کسی اور عالم میں باقی رہتا ہے؟ اگر باقی رہتا ہے تو اس دنیا کی زندگی کے اس زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

یہ وہ سوالات ہیں جو ہر ایک کو پیش آتے ہیں اور ان سوالات کے جوابات سے کوئی بھی شخص روگردانی نہیں کرسکتا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ ان سوالات کو کیسے حل کیا جائے؟ تو اس کے لئے سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ علم حاصل کرنے کے لئے انسان کے پاس کیا اسباب ووسائل ہیں؟

غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انسان کے پاس تین اسباب ہیں اور تین قوتیں ہیں جن کو بروئے کار لاکر وہ علم حاصل کرتا ہے اور اپنی معلومات کے خزانہ میں اضافہ کرتا ہے:

۱:......حواس۔

۲:......عقل۔

۳:......تجربہ ومشاہدہ۔

حواس کے ذریعے انسان بہت سی معلومات حاصل کرتا ہے' جیسے قوت باصرہ (دیکھنے کی قوت) کے ذریعہ وہ بہت سی معلومات حاصل کرتا ہے' مثلاً: ایک چیز کو دیکھ کر اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیز سفید ہے یا سرخ؟ چھوٹی ہے یا بڑی؟ اس کی شکل و صورت کیسی ہے؟ بہت سی معلومات وہ سننے کے ذریعہ حاصل کرتا ہے' بہت سی باتیں سونگھنے کے ذریعہ' بہت سی باتیں چکھنے سے اور چھوکر معلوم کرتا ہے' یہ سب انسان کے حواس ہیں اور یہ معلومات حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے' لیکن حواس سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں' ان کا دائرہ بہت محدود ہے' کیونکہ حواس سے صرف انہی چیزوں کا علم ہوسکتا ہے' جو محسوسات ہیں' معقولات کا حواس کے ذریعہ سے بالکل علم نہیں ہوسکتا۔

ہم کہاں سے آئے؟ ہمارا مقصد زندگی کیا ہے؟ اس کے بعد کوئی اور زندگی ہے یا نہیں؟ اور اس زندگی پر دنیا کی زندگی کا کیا اثر پڑے گا؟ ان بنیادی سوالات کا جواب حواس خمسہ میں سے کوئی نہیں دے سکتا۔

اور صرف یہی نہیں کہ حواس کا دائرہ محسوسات تک محدود ہے' بلکہ محسوسات کے علم میں بھی اکثر وبیشتر حواس غلطی کرتے ہیں' آنکھ ایک چیز کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرتی ہے کہ یہ چھوٹی چیز ہے' حالانکہ وہ جسامت کے اعتبار سے بڑی چیز ہوتی ہے' اسی طرح ایک بات کو سننے میں غلطی کرتے ہیں' یہی حال قوت ذائقہ کا ہے کہ بعض اوقات ایک میٹھی چیز بھی کڑوی لگتی ہے' اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کڑوی چیز میٹھی لگتی ہے' اسی لئے حواس کو علم کا ایک ناقابل اعتبار اور کمزور ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

علم کا دوسرا ذریعہ عقل ہے' اور یہی عقل ہے' جس کی وجہ سے انسان کو دوسری تمام مخلوقات

پر برتری اور فضیلت حاصل ہے' یہی عقل ہے جس کی مدد سے انسان نے ترقی کے مدارج ومراتب طے کئے اور ایسی ایسی ایجادات اور ایسے ایسے انکشافات کئے' جنہوں نے ہر ایک کو حیرت میں ڈال دیا' لیکن کیا عقل ان بنیادی سوالات کا جواب مہیا کرسکتی ہے؟ تو اس سلسلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ عقل بھی انہی باتوں میں معلومات فراہم کرتی ہے' جن کی بنیاد حواس کے علم پر ہو' جتنے معقولات ہیں' ان کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان معقولات کو معلوم کرنے اور حاصل کرنے کے لئے عقل کے سفر طے کرنے کا ذریعہ محسوسات ہیں' اور وہی اس کی بنیاد ہیں' جس شخص کے پاس ابتدائی معلومات نہ ہوں' اس کا ذہن بالکل خالی ہو' تو وہ اپنی عقل کے بل بوتے پر کچھ نہیں کرسکتا' کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ جب تک مبادیات نہ ہوں' اس وقت تک آگے قدم نہیں اٹھایا جاسکتا' تو جو کمی حواس کے ذریعہ سے حاصل شدہ علم میں پائی جاتی تھی' وہ عقل سے حاصل شدہ معلومات میں بھی پائی جائے گی۔

ان سوالات پر ایک بار پھر نظر ڈالئے اور سوچئے کہ کیا عقل ان کے جوابات مہیا کرسکتی ہے؟ دنیا میں کوئی عقل ایسی نہیں جسے عقل کل کہا جاسکے' جو سب میں مشترک ہو' بلکہ ہر ایک کی عقل دوسرے سے مختلف ہے اور ہر ایک کی سوچ کا انداز جداگانہ ہے' اور پھر ان میں اختلاف رونما ہوتا ہے کہ ایک ہی مسئلہ پر ایک وقت میں عقل کچھ فیصلہ کرتی ہے اور دوسرے وقت میں اس مسئلہ میں وہی عقل کچھ اور فیصلہ کرتی ہے' تو یہی فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ کس کی عقل سے ان سوالات کے جوابات طلب کئے جائیں؟ اور مختلف جوابات میں سے کس کو صحیح اور کس کو غلط قرار دیا جائے؟

اس کے علاوہ یہ بھی سوچئے کہ عقل' حواس کی مدد سے اس کائنات کی چیزوں پر غور کرسکتی ہے اور اس سے نتائج حاصل کرسکتی ہے' لیکن اس عالم سے پہلے کچھ تھا یا نہیں؟ اور انسان کا اس میں کیا مقام تھا؟ انسان موجود تھا بھی یا نہیں؟ اور اس زندگی کے بعد فنا ہے یا دوسری زندگی ہے؟ اور اگر ہے تو موجودہ زندگی کا اس پر کیا اثر پڑے گا؟ عقل ان تمام باتوں کے معلوم کرنے سے عاجز ہے۔

اسی طرح عقل یہ نہیں بتاسکتی کہ یہ انسان آزاد ہے؟ یا کسی ہستی اور ذات کا پابند ہے؟ اور اگر پابند ہے تو اس ہستی کے ساتھ انسان کا کیا تعلق ہے؟ جب عقل کی درماندگی اور بے چارگی کا یہ عالم ہے' تو وہ ان بنیادی سوالات کے جوابات کیونکر فراہم کرسکتی ہے؟

علم کا تیسرا ذریعہ تجربہ ہے' اور وہ بھی حواس اور عقل سے حاصل کردہ معلومات کی روشنی میں ہوتا ہے' پھر یہ تجربہ بھی ہمیشہ درست اور صحیح نہیں ہوتا' اس میں غلطیاں ہوتی ہیں' ٹھوکریں لگتی ہیں' تجربے بدلتے رہتے ہیں' اس لئے اس سے بھی جوابات حاصل نہیں ہوتے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ سوالات جو فطری اور بنیادی سوالات ہیں اور انسانی علم کے ذرائع میں سے کوئی بھی ان کا جواب نہیں دیتا' تو کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی طرح تشنہ چھوڑ دیا ہے؟ اور ان کے جوابات کا کوئی انتظام نہیں فرمایا؟ کہ وہ ایک کامیاب اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرسکے' تو یہ ناممکن ہے' کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت اور صفت ربوبیت کے منافی ہے' اللہ تعالیٰ تو رب ہے' وہ انسان کی تربیت اور اس کی پرورش کرتا ہے' جسم کی تربیت کے لئے اس نے کائنات کا یہ نظام بنایا' اور روح' جو جسم سے بدرجہا افضل اور بہتر ہے' اس کی تربیت کا بھی انتظام فرمایا اور انبیاءؑ علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرماکر وحی کے ذریعہ اپنی ہدایات اپنے بندوں تک پہنچائیں' جن سے ان تمام سوالات کا تسلی بخش جواب ملتا ہے اور روح کو آسودگی اور اطمینان حاصل ہوتا۔

تمام حکماء' عقلاء' فلاسفر اور دانشوروں کو چھوڑ کر ان معلومات کے سلسلہ میں صرف اور صرف انبیاءؑ پر انحصار کیا جاتا ہے' حالانکہ انبیاءؑ دوسرے لوگوں کی طرح انسان ہوتے ہیں' اسی زمین پر اٹھتے بیٹھتے ہیں اور انہی لوگوں میں رہتے ہیں' لیکن انبیاءؑ سے ایسی ایسی معلومات حاصل ہوتی ہیں' وہ ایسی باتیں بتاتے ہیں اور زندگی کے رازوں سے پردہ اٹھاتے ہیں کہ تیز سے تیز عقل وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاءؑ کا تعلق براہ راست اس ذات سے ہوتا ہے جو علیم وخبیر ہے' جو ہر چیز سے واقف ہے' جس کے احاطہ علم سے کوئی چیز باہر نہیں' جس کا علم پختہ اور یقینی ہے' جس کے علم میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں' خاتم الانبیاءؑ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ایک بات کو مثال سے سمجھایا' جب آپؐ کو عام تبلیغ کا حکم ہوا تو آپؐ نے عرب کے دستور کے مطابق صفا پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوکر ایک ایک کو نام لے کر پکارا اور ان کو جمع کیا' جب سب جمع ہوگئے' تو آپؐ نے ان سب کو مخاطب کرکے کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر میں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک بڑا لشکر چھپا ہوا ہے' جو عنقریب تم پر حملہ آور ہوگا' تو کیا تم میری یہ بات مان لوگے؟ ان لوگوں نے' جو سادہ لوح تھے' جو عقلی اور فلسفیانہ باتوں کے بجائے

اپنے پاس عقل سلیم رکھتے تھے‘ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص جو سچائی اور امانت میں اپنی مثال آپ ہے اور وہ پہاڑ کی بلند چوٹی پر کھڑا ہے اور اس کے سامنے پہاڑ کا دامن بھی ہے‘ وہ وہاں ہونے والی ہر حرکت کو دیکھ سکتا ہے اور ہم بھی اس کی نظروں سے اوجھل نہیں‘ تو یقیناً یہ شخص غلط بیانی سے کام نہیں لے سکتا اور پہاڑ کے اس طرف کیا ہو رہا ہے؟ اس کا کسی کو علم نہیں‘ اس لئے اس کی بات رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں‘ سب نے یک آواز کہا کہ کیوں نہیں‘ ہم آپ کی بات پر یقین کریں گے‘ یہ جواب سن کر آپ ؐ نے فرمایا کہ سنو! میں تمہیں ایک آنے والے سخت عذاب سے ڈرا رہا ہوں اور اس طرح آپ ؐ نے اس خطرہ سے آگاہ کر دیا‘ جو ان کے طریق حیات کے نتیجہ میں پیش آنے والا تھا‘ جس کے مطابق وہ زندگی گزار رہے تھے‘ تو آپ ؐ نے اس مثال سے یہ بات واضح کر دی کہ نبی انسان ہونے کے باوجود نبوت کے پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوتا ہے‘ جہاں سے وہ عالم دنیا کو بھی دیکھتا ہے اور عالم غیب کا بھی مشاہدہ کرتا ہے‘ جو دوسرے انسانوں کی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے‘ اور وہاں سے کھڑے ہو کر وہ ان خطرات و نقصانات سے آگاہ کرتا ہے‘ جو مستقبل میں انسانیت کو پیش آ سکتے ہیں‘ اور اپنی قوم کو محبت و شفقت اور کمال اخلاص کے ساتھ سمجھاتا اور ان پر شب خون مارنے والوں سے آگاہ کرتا ہے۔

یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام اور پھر حضرت نوح علیہ السلام سے چلا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتام پذیر ہوا‘ ہر نبی نے آ کر اپنی قوم کی راہنمائی فرمائی اور انہیں بتایا کہ انسان آزاد نہیں‘ بلکہ اس دنیا میں آنے سے پہلے اس نے عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ سے ایک عہد کیا تھا اور اسی عہد کو نبھانے کے لئے وہ اس دنیا میں بھیجا گیا ہے‘ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے‘ جس کا اچھا یا برا ہونا دنیا کی زندگی پر موقوف ہے‘ غرضیکہ انبیاؑ علیہم السلام نے انسان کو اس کے مقصد تخلیق سے آگاہ کیا اور اسے اس کا مقام اور رتبہ یاد دلایا۔

تاریخ گواہ ہے کہ جس نے ان نفوس قدسیہ کی اتباع کی اور ان کی بات مانی‘ وہ کامیاب و بامراد ہوا‘ اور جنہوں نے ان کی بات کو ٹھکرا دیا‘ وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ ذلیل و رسوا ہوئے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا‘ جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کو بھی چھ سو سال ہو چکے تھے اور دنیا نے انبیاؑ کی تعلیمات کو یکسر فراموش کر دیا تھا اور زمین کے کسی خطہ پر یہ روشن تعلیمات موجود نہیں تھیں‘ بڑے بڑے مذاہب کو اس قدر بگاڑ دیا گیا تھا کہ ان کی اصلی شکل باقی نہیں رہی تھی‘ عیسائیت اور یہودیت دونوں میں انبیاؑ کی تعلیمات کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کے مطابق تبدیلیاں کر لی گئی تھیں‘ ایران میں ایک نئے مذہب نے جنم لیا تھا‘ جس کی اخلاقی حالت یہ تھی کہ بیوی‘ بہن‘ بیٹی سب ایک حیثیت کی مالک تھیں‘ اہل عرب نے اپنے گلے میں اپنے خود ساختہ بتوں کی غلامی کا طوق ڈال رکھا تھا اور اسی غلامی پر وہ نازاں تھے‘ ہر ملک کی معیشت تباہ تھی‘ بادشاہوں اور امرأ نے عیش پرستی کی نئی نئی صورتیں پیدا کر رکھی تھیں‘ اور اس کے انتظام اور خرچ کو پورا کرنے کے لئے عوام پر بھاری ٹیکس عائد کر رکھے تھے‘ ہندوؤں نے ہزاروں کی تعداد میں دیوی اور دیوتا گھڑے ہوئے تھے‘ غرضیکہ اس چھٹی صدی عیسوی میں ہر چیز اپنی جگہ سے ہٹ چکی تھی اور معاشرے کے اطوار و عادات ہلاکت آفریں تھے‘ شراب نوشی‘ بدمستی‘ بداخلاقی‘ سود خوری‘ لوٹ کھسوٹ‘ سنگدلی و بے رحمی‘ مال کی ہوس‘ ان تمام برائیوں نے خوبیوں اور کمال کا روپ دھار لیا تھا‘ اور ہر اچھائی اور نیکی جرم سمجھی جاتی تھی۔

ایسے عالم میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تا کہ اس دنیا کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں اور ہلاکت و تباہی کے گہرے غار کے دہانے پر کھڑی ہوئی انسانیت کو اس تباہی سے بچا کر نئی زندگی بخشیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دوسرے انبیاؑ کی طرح امت کو تعلیمات خداوندی سے روشناس کرایا‘ بلکہ آپ کی تعلیمات تمام انبیاؑ کی تعلیمات کی جامع اور مکمل ہیں‘ کیونکہ آپ ؐ آخری نبی ہیں‘ آپ کی لائی ہوئی کتاب آخری ہدایت نامہ ہے‘ آپ کی نبوت قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے ہے‘ آپ کی رسالت زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہے‘ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تعلیمات سدابہار ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام تعلیمات جو امت تک پہنچائی ہیں‘ یہ سب وحی کے واسطے سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں‘ میری طرف وحی آتی ہے۔“ (الکہف)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

”وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے‘ وہ تو وحی ہوتی ہے‘ جو بھیجی جاتی ہے۔“ (النجم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وحی کے ذریعہ امت تک تعلیمات خداوندی کو پہنچایا ہے‘ وہ دو طرح کی وحی ہے‘ ایک وحی تو وہ ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے‘ جسے نماز میں پڑھا جاتا ہے‘ جس نے ساری دنیا کو چیلنج کیا ہے کہ اس جیسی کوئی مثال لاؤ‘ مگر اس کی مثال لانے سے دنیا عاجز ہے‘ یہ وحی قرآن کریم کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے‘ ایک وحی وہ ہے‘ جس کی تلاوت تو نہیں کی جاتی‘ اور نہ ہی اسے نماز میں پڑھا جاتا ہے‘ مگر شریعت کے بہت سے احکام اس سے معلوم ہوتے ہیں‘ اور اس وحی کو ”حدیث“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حدیث‘ قرآن سے کوئی الگ چیز نہیں ہے‘ بلکہ یہ قرآن کریم کی تشریح و تفسیر ہے اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری اور آپ کا فریضہ منصبی ہے‘ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”اور ہم نے آپ کی طرف یہ نصیحت نامہ اتارا تاکہ آپ لوگوں کے لئے اسے بیان کریں جو ان کی طرف اتارا گیا۔“ (النحل)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

”اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس لئے اتاری ہے کہ آپ ان کے سامنے اس چیز کو بیان کریں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔“

بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہ تعلیم قرآن کو آپ کی بعثت کے مقاصد میں شمار کیا ہے‘ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان فرمایا کہ ان میں ایک رسول بھیجا انہی میں سے‘ جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ پڑھ کر سناتا ہے‘ ان کا تزکیہ کرتا ہے‘ اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“ (آل عمران)

اس آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چار مقاصد بیان کئے گئے ہیں:

۱:.....تلاوت آیات۔

۲:.....تزکیہ نفوس۔

۳:.....کتاب کی تعلیم۔

۴:.....تعلیم حکمت۔

اور یہی مقاصد سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۹ اور آیت نمبر ۱۵۱ میں اور سورۂ جمعہ کی آیت نمبر ۲ میں بیان کئے گئے ہیں‘ ظاہر بات ہے کہ کتاب کی تعلیم اور اس کے مقاصد و مطالب آپؐ نے حدیث کے ذریعہ بیان کئے ہیں‘ اور پھر صحابہؓ و تابعینؒ اور دیگر ائمہؒ کی متفقہ رائے ہے کہ حکمت سے مراد ”حدیث“ ہے۔

اگر حدیث کو قرآن کی تشریح و تفسیر نہ مانا جائے اور حدیث کو درمیان سے نکال کر قرآن کو سمجھا جائے‘ تو شریعت کے بہت سے احکام کی وضاحت نہیں ہوگی‘ اور قرآن کی بہت سی آیات بھی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔

مثال کے طور پر قرآن میں نماز کا ذکر ہے کہ نماز قائم کرو‘ نماز کو اپنے وقت پر ادا کرو‘ لیکن نماز کا کیا طریقہ ہے؟ اس کی کتنی رکعات ہیں؟ اس کے اوقات کیا ہیں؟ یہ تمام باتیں اس وقت تک ہمیں معلوم نہیں ہوسکتیں‘ جب تک ہم احادیث کا سہارا نہ لیں‘ اور یہ صرف نماز ہی کی خصوصیت نہیں‘ زکوٰۃ‘ روزہ‘ حج جیسے اہم اور بنیادی ارکان کا بھی حال ہے کہ جب تک احادیث نہ ہوں‘ اس وقت تک ان کی تفصیلات معلوم نہیں ہوسکتیں‘ اور نہ ہی ان عبادات کا حدیث کے بغیر صحیح طور پر ادا کرنا ممکن ہے۔

نماز‘ روزہ‘ حج سے متعلق آیات کے علاوہ بھی قرآن کریم کی بہت سی آیات ایسی ہیں کہ جب تک حدیث کی بیان کردہ تشریح و تفسیر کو سامنے نہ رکھیں‘ تب تک یہ آیات حل نہیں ہوتیں‘ چند آیات مثال کے طور پر پیش کی جاتی ہیں:

۱:.....قرآن کریم کی ایک آیت ہے:

”ہم نے آپ کو سبع مثانی (بار بار دہرانے والی سات چیزوں) اور قرآن عظیم عطا کیا۔“ (الحجر)

اس آیت میں سبع مثانی سے کیا مراد ہے؟ یہ حدیث نے ہمیں بتایا کہ اس سے سورۂ فاتحہ مراد ہے‘ اگر حدیث کی یہ وضاحت نہ ہوتی‘ تو ہر شخص اپنے اپنے ذہن کے مطابق اس کی تشریح و تفسیر کرتا اور اس طرح امت میں ایک افتراق و انتشار برپا ہوتا‘ لیکن حدیث نے اس کی تشریح کرکے ایک بند باندھ دیا اور اس آیت کے متعلق ہزار داستانوں کو جنم لینے سے روک دیا۔

۲:.....قرآن کی ایک آیت ہے:

”اور وہ تین لوگ جو پیچھے رہ گئے الخ۔“ (التوبہ)

یہ تین شخص کون تھے؟ ان کا پورا قصہ کیا تھا؟ ان پر زمین باوجود کشادگی کے کیوں تنگ ہوگئی؟ ان کا جرم کیا تھا؟ جس کی توبہ انہوں نے کی اور وہ قبول ہوئی‘ جب تک احادیث کا سہارا نہ لیا جائے‘ یہ تمام سوالات حل نہیں ہوتے‘ اور یہ آیت پوری طرح سمجھ میں نہیں آتی۔

۳:.....قرآن کریم کی ایک اور آیت ہے:

”اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔“ (البقرہ)

اس آیت سے صرف یہ پتا چلتا ہے کہ امت لوگوں پر گواہ ہوگی' اور رسول امت کی گواہی دے گا' لیکن یہ گواہی کب ہوگی؟ کہاں ہوگی؟ اس کی نوعیت کیا ہوگی؟ کس چیز کی گواہی ہوگی؟ یہ سب باتیں حدیث سے معلوم ہوتی ہیں۔

۴:......قرآن کریم کی آیت ہے:

''اے نبی! آپ نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام کیوں کرلیا۔'' (التحریم)

اس آیت سے یہ پتا چلتا ہے کہ نبیؐ نے اس چیز کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا' جو اللہ تعالیٰ نے حلال کی تھی' وہ چیز کیا تھی؟ اور آپؐ نے کیوں اسے حرام کیا تھا؟ اس کی وضاحت حدیث سے ہوتی ہے' آگے اسی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے بتادی' پھر جب اس بی بی نے وہ بات دوسری بی بی کو بتادی' اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو اس کی خبر دے دی' تو پیغمبر نے (اس ظاہر کرنے والی بی بی پر) تھوڑی بات تو جتلادی اور تھوڑی بات ٹال گئے۔''

اس آیت سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ آپؐ نے اپنی بیوی سے ایک راز کی بات کہی' اس نے دوسری بیوی کو بتادی' اور اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر اپنے نبی کو دے دی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ بات ظاہر کردی اور کچھ ٹال دی' لیکن وہ بات کیا تھی؟ جو آپ نے اپنی بیوی کو بتائی؟ اور وہ بیوی کون تھی؟ اس نے دوسری کون سی بیوی کو وہ بات بتائی؟ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سی بات ظاہر کردی؟ اور کون سی بات ٹال دی؟ یہ سب تفصیل حدیث سے معلوم ہوئی ہے' اور اس طرح قرآن کی آیت بالکل واضح ہوجاتی ہے اور اس کا مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے۔

۵:......قرآن کریم کی ایک اور آیت ہے:

''اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی' اللہ نے انہیں ان کے قلعوں سے اتارا' اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیا' پھر بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید' اور اللہ نے تمہیں ان کی زمین' ان کے گھر اور ان کے مال کا مالک بنادیا' اور اس زمین کا بھی جہاں تمہارے قدم نہیں پہنچے تھے۔'' (احزاب)

یہ اہل کتاب کون تھے؟ ان کے قلعے کہاں تھے؟ کس کو قتل کیا؟ کسے قید کیا؟ اس کی تفصیل کیا ہے؟ اور ان کی جائیداد کہاں تھی؟ جس کا مالک بنایا؟ اور وہ زمین جہاں قدم نہیں پہنچے' اس سے کون سی زمین مراد ہے؟ یہ سب باتیں حدیث کے بغیر قرآن کریم سے معلوم نہیں ہوسکتیں۔

یہ صرف چند مثالیں ہیں' ورنہ قرآن کریم کی بہت سی آیات قصہ طلب ہیں' بہت سی آیات شانِ نزول کے بغیر سمجھ میں نہیں آتیں' بہت سی آیات ایسی ہیں' جو تشریح طلب ہیں' اس لئے قرآن کریم کو حدیث کی مدد کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے۔

عقل سلیم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ قرآن' جس کے ایک ایک لفظ میں حقائق و معارف کے چشمے پوشیدہ ہیں' جو ایک کتاب ہے اور فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے' جس کے کلمات میں علوم کا انبار موجود ہے' ایسے کلام کی تشریح تو وہی ذات کرسکتی ہے' جو قرآن کے رموز و اسرار سے واقف ہو' اس سے آشنا ہو' جو مرادِ ربانی کو خوب سمجھتا ہو' اور یہ ہستی صرف اور صرف نبی کی ذات ہے' اور نبی کو ہی یہ حق ہے کہ وہ اس کلام ربانی کی تشریح کرے' اسی وجہ سے قرآن کریم میں جابجا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ذکر کیا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ ''الصارم المسلول'' میں فرماتے ہیں کہ:

''میں نے قرآن پاک میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ تینتیس مقامات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔'' (ص ۵۵)

صرف اطاعت ہی کا حکم نہیں دیا' بلکہ صاف فرمادیا گیا کہ:

''قسم ہے آپ کے رب کی! وہ مومن نہیں ہوسکتے' جب تک کہ آپ کو اپنا منصف اور حکم نہ بنالیں ان جھگڑوں میں جو ان کے درمیان ہوں' اور پھر اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی نہ پائیں' آپؐ کے فیصلے کو خوشی سے قبول کرلیں۔'' (النساء)

ایمان کا دارومدار آپؐ کی اطاعت پر رکھا گیا' اور سورۂ احزاب میں صاف طور پر اعلان کردیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے فیصلے کے بعد کسی مومن مرد و عورت کو کوئی اختیار نہیں۔

یہ سب باتیں بتارہی ہیں کہ اسلام کو سمجھنے کے لئے جس طرح قرآن کریم ضروری ہے' اسی طرح حدیث بھی ضروری ہے' ان دونوں میں سے کسی کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و حدیث کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆......☆☆

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے والد کا نام ثابت اور دادا کا نام زوطیؒ تھا۔ آپؒ کی ولادت ۸۰ ہجری میں ہوئی۔ جب کنیز نے بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تو امام اعظمؒ کے والد محترم سجدہ ریز ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کیا جو اس نے فرزند ارجمند کی صورت میں عطا فرمائی۔ نومولود کے چہرے پر عجیب و غریب چمک دیکھ کر دل خوشی سے معمور ہوگیا' کیونکہ اس کے چہرے اور پیشانی کی کشادگی اسے ذکی و فہیم ظاہر کرتی تھی۔ بچے کا نام نعمانؒ رکھا گیا۔

آپ کی والدہ صوم وصلوٰۃ کی پابند ایک فرشتہ سیرت و عظیم عورت تھیں اور آپؒ کے والد محترم کے سر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دست شفقت و کرم رکھ کر دعائیہ کلمات ادا فرمائے تھے۔

ہوا یوں کہ جب امام اعظمؒ کے والد ثابتؒ کی عمر تقریباً دو سال کی ہوئی تو اُن کے والد اور امام اعظمؒ کے دادا زوطیؒ اپنے خاندان کے چشم و چراغ کو لے کر حضرت علیؓ کے پاس آئے اور اپنے کم سن بیٹے اور خاندان رسالت کے غلام ثابتؒ کے لئے دعاؤں کی درخواست کی۔ جب بچہ کو قریب لایا گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بچے کے چہرے پر اپنی نگاہیں مرکوز کردیں' جنہوں نے زوطی خاندان کی علمی تاریخ مرتب کردی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دعا کے آخر میں فرمایا:

"اے ازل و ابد کے مالک! زوطیؒ کی نسل کو دونوں جہانوں میں سرخرو فرما۔"

نعمانؒ کی پیدائش کے موقع پر ان کے والد ثابتؒ نے بچے کو گود میں اٹھا کر ان کی آنکھوں میں حضرت علیؓ کی دعاؤں کا عکس تلاش کرنے کی کوشش کی اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تجھے "باب العلم" حضرت علیؓ کی دعاؤں کے حلقہ اثر میں رکھے۔

حضرت نعمانؒ کی عمر تین سال کی ہوئی تو ان کو قاری عاصمؒ کی شاگردی میں دے دیا گیا' جو قرأت کلام الٰہی میں کمال رکھتے تھے۔ قاری عاصمؒ عام لوگوں سے گریز کرتے تھے' لیکن نعمان کو نہ صرف بخوشی اپنے حلقہ درس میں شامل کرلیا' بلکہ فرمایا:

"یہ بچہ تو ایسا ہے کہ جدھر سے

رخسانہ قریشی

گزرے گا' اساتذہ اور درس گاہیں خود ہی پکاریں گی: اے علم کے وارث! ہماری طرف آؤ اور اپنی امانت حاصل کرلو۔"

ان الفاظ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دعاؤں کا اثر ظاہر ہونا شروع ہوگیا۔ آپؒ ایک ذہین طالب علم تھے۔ کلام پاک حفظ کرلیا اور آداب قرأت سے واقفیت حاصل کرلی اور ابتدائی علوم سے دس سال کے عرصہ میں مکمل آگاہی حاصل کرلی۔ شروع ہی سے آپ کی شخصیت نیک سیرت اور باعمل تھی۔

آپؒ کے والد ایک تاجر تھے' اس لئے تجارت کے رموز سے بھی اپنے بیٹے کو باخبر کیا۔ آپؒ پہلے ہی سے معاملات کی صفائی اور دیانتداری کا مجسم نمونہ تھے' اوپر سے تجارت میں ان اصولوں کو اور بھی اجاگر کردیا۔

ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک کے دربار میں ایک رومی راہب نے مسلمانوں سے مناظرہ کرتے ہوئے تین سوال کئے:

پہلا سوال:...... میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ خدا سے پہلے کون تھا؟

دوسرا سوال:...... خدا کا رخ کس طرف ہے؟

تیسرا سوال:...... خدا اس وقت کیا کررہا ہے؟

نعمان بن ثابتؒ نے پہلے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ جب ایک سے پہلے بھی ایک ہی ہے' تو پھر خدا سے پہلے بھی خدا ہی ہے۔

دوسرے سوال کے جواب کے لئے شمع جلا کر آپؒ نے کہا کہ شمع کا رخ متعین کرو؟ جواب ملا: شمع کا کوئی رخ متعین نہیں کیا جاسکتا' اس کی روشنی چاروں طرف ہے۔ آپؒ نے یہ سن کر فرمایا: جب ایک معمولی شمع کا رخ متعین کرنا ناممکن ہے' تو پھر اس ذات باری کا رخ کس طرح متعین کیا جاسکتا ہے؟ جو نور ہی نور ہے۔

تیسرے سوال کا جواب آپؒ نے سورۂ بقرۂ کی آیت پڑھ کر دیا کہ وہ اللہ ہر وقت بیدار رہتا ہے' اسے اونگھ بھی نہیں آتی۔ فرمایا: جب اللہ تعالیٰ ہر وقت فعال ہے' تو فی الوقت اس کی مصروفیت کیا

ہے؟ جاننے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی‘ اوراب میرے اللہ کی نئی مصروفیت یہ ہے کہ اس نے روم کے عظیم دانشور کو ایک معمولی علم رکھنے والے طالب علم کے سامنے عاجز کردیا ہے۔

جس نوجوان نے ایک غیر مسلم کے ہوش و خرد کا طلسم پارہ پارہ کردیا‘ وہ امام حماد بن سلمانؒ کے شاگرد خاص‘ زوطی کے پوتے‘ ثابت کے فرزند‘ علم وعمل کے خزانے سے معمور کوفے کے رہنے والے نعمانؒ تھے‘ جو تمام عالم اسلام میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نام سے مشہور ہیں۔

امام اعظمؒ سولہ برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے گئے‘ مطاف میں کچھ مقتدر شخصیات تشریف فرما تھیں۔ انہیں بتایا گیا کہ صحابی عبداللہ بن حارثؓ کے ارد گرد لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ فرمارہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے دین کا فقہ حاصل کیا‘ تو اللہ اس کے مقاصد کا ذمہ دار ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا‘ جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔

ایک رات آپؒ نے عجیب وغریب خواب دیکھا‘ جسے دیکھ کر پورا جسم پسینہ میں شرابور ہوگیا‘ لیکن خواب کی تعبیر یہ نکلی کہ آپؒ کے ہاتھوں کتاب وسنت کا علم زندہ ہوگا۔

امام شعبیؒ کی نصیحت کے بعد انہوں نے اپنی زندگی فقہ کے لئے وقف کردی اور حماد بن ابی سلمانؒ کے حلقہ درس میں شمولیت اختیار کرلی اور بتایا کہ فرض کی ادائیگی‘ بندگی کا اظہار اور دنیا و آخرت کا حصول چونکہ حصول فقہ کے بغیر ممکن نظر نہیں آتا‘ اس لئے خود کو انہوں نے فقہ کے لئے وقف کردیا۔

انہوں نے بتایا کہ وہ پہلے شعروشاعری کی طرف متوجہ ہوئے‘ لیکن غور کرنے پر معلوم ہوا کہ شاعری میں سوائے تخریب دین کے اور کچھ بھی نہیں‘ جبکہ فقہ کے حصول کے لئے مجھے بڑے بڑے مشائخ اور علمائے دین کا قرب حاصل ہوگا‘ جو باعث خیروبرکت ہوگا۔

علم کی دولت ابراہیم نخعیؒ سے حمادؒ کو اور ان سے حضرت نعمان بن ثابت کو ملی۔

ابوحنیفہ کنیت اختیار کرنے کے بارے میں بہت سی روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کی ایک آیت سے اپنی کنیت اختیار کی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اپنی بیٹی حنیفہ کی ذہانت سے متاثر ہوکر ابوحنیفہ کی کنیت اختیار کی‘ اور ایک یہ بھی ہے کہ امام حمادؒ نعمان کو ابوحنیفہ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

آپؒ نے چھپن حج کئے‘ محدثین کی مجالس میں شریک ہوئے اور تلاش علم کے لئے چار ہزار سے زیادہ درس گاہوں میں حاضری دی۔ فقہ و حدیث کے ہر چشمے سے خود کو دولت علم سے سیراب کیا‘ ہر قدم پر قدرتی رہنمائی ملتی رہی۔ زندگی بھر تحقیق وجستجو میں مگن رہے۔ تقریباً چار ہزار علمائے کرام اور اساتذہ سے دل و دماغ کو منور کیا۔ ہر اس دروازے پر حاضری دیتے رہے‘ جہاں سے دولت علم کی امید ہوتی تھی۔

آپؒ نے فرمایا کہ قرآن کریم قدم قدم پر تدبر اور غور وفکر کا حکم دیتا ہے۔ آپ علم حدیث کے بہت بڑے عالم تھے‘ آپؒ سے پوچھا گیا کہ فقہی مسائل کا حل کیسے تلاش کرتے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا: پہلے میں کتاب اللہ اور سنت نبویؐ پر عمل کرتا ہوں‘ پھر دوسرے فتاویٰ اور اقوال کو مدنظر رکھتا ہوں اور مجھ سے پہلے بھی علمائے کرام اجتہاد کرتے رہے ہیں‘ اس لئے ہم بھی کرتے رہیں گے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے علم و معرفت کا سورج ۸۰ھ سے ۱۵۰ھ تک علم وآگہی کے افق پر چمک کر ۲۸/ رجب کو غروب ہوگیا۔ بظاہر وہ اس فانی دنیا سے رخصت ہوگئے‘ مگر ان کی تعلیمات اور فکر و آگہی کی دولت سے مسلمان آج بھی مالا مال ہورہے ہیں‘ اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔

آپؒ نے فرمایا: لوگوں کے سامنے عام فہم مسائل بیان کرو‘ دوسروں سے حسن نیت سے پیش آؤ‘ تکبر نہ کرو اور اخلاق کو اپنا شعار بناؤ‘ لوگوں سے محبت سے پیش آؤ‘ سلام کرنے میں پہل کرو‘ حسب استطاعت حاجت مند کی مدد کرو‘ بیمار کی بیمار پرسی کرو‘ حقوق شرعی کے قیام میں عجلت سے کام نہ لو‘ کسی کا انتقال ہوجائے تو اس کے جنازے میں جاؤ اور دوسروں سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔

☆☆..........☆☆

شبان ختم نبوت کے زیر اہتمام مفتی نور محمد کی قیادت میں تبلیغی دورہ

سرگودھا (پ ر) شبان ختم نبوت کے زیر اہتمام اتوار ۲۹/ اپریل ۲۰۰۷ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کے امیر مفتی نور محمد کی قیادت میں بیس نوجوان نے دو سو دکانوں پر تبلیغی گشت کیا اور وہاں موجود افراد کو عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں قادیانی فتنہ سے خبردار کیا۔ انہوں نے بتایا کہ قادیانیت کس طرح اسلام سے متصادم ہے اور قادیانی کن کن ہتھکنڈوں سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ شبان ختم نبوت کے زیر اہتمام تبلیغی طرز پر یہ دسواں گشت تھا۔ اس موقع پر دکانوں میں اسٹیکر بھی لگایا جارہا ہے‘ جبکہ وقتاً فوقتاً لٹریچر بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا محمد اکرم طوفانی نے کہا کہ کاش! ملک کے دیگر شہروں میں بھی اس طرز پر کام شروع ہوجائے۔

دورِ جاہلیت کا تسلسل اور مشرکین مکہ کی میراث

ڈی این اے ٹیسٹ اور ثبوتِ نسب

مغرب میں بڑھتی ہوئی بے راہ روی کے نتیجہ میں آئے دن نت نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ چنانچہ مغربی ممالک میں پیدا ہونے والے بچوں کے نسب کی شناخت بھی ایک پیچیدہ مسئلہ بن چکی ہے۔ چند ماہ قبل ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعہ سلسلہ نسب کی تحقیق کے بارہ میں ایک سوال نامہ ایک قاری نے ارسال کیا۔ سوال کی اہمیت اور دورِ حاضر میں اس حوالہ سے بڑھتے ہوئے مسائل کے پیش نظر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سوال اور اس کے جواب کو قارئین کی دلچسپی کے لئے شائع کیا جائے تاکہ انہیں اندازہ ہو کہ دورِ جدید کے بڑھتے ہوئے مسائل کا اسلام کیا حل پیش کرتا ہے...... ادارہ

سوال:...... گزشتہ دنوں اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ایک امریکی خاتون کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی۔ ولادت کے چند دنوں بعد ماں کا انتقال ہوگیا۔ ماں کی زندگی ہی میں تین افراد نے اس بچی کے باپ ہونے کا دعویٰ کردیا' جن میں سے ایک صاحب کے نام کو بچی کی ماں نے اپنی بیٹی کے نام کا حصہ بھی بنادیا۔

بعدازاں بات ڈی این اے ٹیسٹ تک جاپہنچی کہ ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعہ فیصلہ کیا جائے گا کہ بچی کا اصل باپ کون ہے؟ اور اس طرح ٹیسٹ کے بعد تینوں دعویداروں میں سے ایک کے حق میں فیصلہ دیدیا گیا کہ وہ اس بچی کا باپ ہے۔

سوال یہ ہے کہ:

۱:...... کیا والد کی شناخت کے لئے ڈی این اے ٹیسٹ کا طریقہ اسلامی قانون کی رو سے درست ہے؟

۲:...... اگر خدانخواستہ ایسا کوئی معاملہ کسی ترقی پسند مسلم ملک میں پیش آجاتا ہے' تو اللہ تعالیٰ کا قانون اس معاملہ میں کیا فیصلہ کرتا ہے؟ اور کس شخص کو اس بچی کا باپ قرار دیتے ہوئے اس کی پرورش کا حق دیتا ہے؟ سائل: یوسف سیّد (یو۔اے۔ای)

جواب:...... کسی بچے یا بچی کے باپ کی تعیین کے لئے ڈی این اے ٹیسٹ کرانا اور اس کے ذریعہ اس کا تعین کرنا کہ اس کا باپ فلاں شخص ہے' نہایت گھناؤنا اور غلیظ انداز ہے۔ بلاشبہ یہ انداز کسی مہذب معاشرے سے میل نہیں کھاتا' اگر دیکھا جائے تو یہ طریقہ کار آج سے چودہ سو سال قدیم اور مادر پدر آزاد جاہلی معاشرہ کی یادگار ہے' دورِ حاضر کے جدت پسند اور ترقی کے دعویدار لاکھ ترقی کے دعوے کریں' مگر سچ یہ ہے کہ وہ آج بھی زمانہ جاہلیت کی غلاظت کی دلدل میں غرق ہیں' اور وہ آج بھی گندگی اور غلاظت کے کیڑے کی طرح غلاظت کے ڈھیر میں سرگرداں ہیں' جس طرح مشرکین مکہ اس میں غرق تھے' بایں ہمہ دعویٰ یہ ہے کہ ہم نے ترقی کرلی ہے' ہم ترقی یافتہ ہیں اور مسلمان غیر مہذب اور غیر ترقی یافتہ ہیں۔

قبل از اسلام' زمانہ جاہلیت کے لوگ بھی ایسے بے باپ کے بچوں کی نسبت معلوم کرنے کے لئے ٹھیک اسی طرح کا انداز اپناتے تھے جس طرح آج کے یہ نام نہاد مہذب اپنا رہے ہیں' اس لئے اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ امریکا میں رائج یہ طریقہ کار دورِ جاہلیت کا تسلسل اور مشرکین مکہ کی میراث ہے' گویا دنیائے عیسائیت و یہودیت اور معاندین اسلام نے ترقی معکوس کی ہے۔ چنانچہ پورے چودہ سو سال کا سفر کرکے بھی آج وہ پھر اسی جگہ واپس آگئے ہیں' جہاں ان کے آباؤ اجداد زنا کی اولاد کے نسب کی تعیین میں کھڑے تھے' چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زمانہ جاہلیت کے بے حیائی پر مشتمل اس طریقہ کار کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"یجتمع الناس الکثیر فیدخلون علی المرأة لا تمتنع ممن جاءها وهنّ البغایا' کنّ ینصبن علی ابوابهن رایات تکون عَلَماً فمن ارادهنّ دخل علیهن' فاذا حملت احداهن ووضعت حملها جمعوا لها ودعوا لهم القافة ثم الحقوا ولدها بالذی یرون فالتاط به ودعی ابنه لایمتنع من ذلک' فلما بعث محمد صلی الله علیه وسلم بالحق هدم نکاح الجاهلیة کله الا نکاح الناس الیوم۔"

(صحیح بخاری ج:۲' ص:۷۶۹ تا ۷۷۰' طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ:...... ''بہت سارے لوگ جمع ہوکر کسی خاتون سے بدکاری کرتے' وہ خاتون اپنے پاس آنے والے کسی مرد کو اس لئے نہ روکتی کہ وہ کسبی اور زناکار ہوتی' ایسی خواتین کے دروازے پر علامت کے طور پر جھنڈے لگے ہوتے تھے' جو آدمی زناکاری اور بدکاری کرنا چاہتا' اس کے پاس چلا جاتا' پس ان میں سے کوئی خاتون ان زانیوں میں سے کسی سے حاملہ ہوجاتی اور بچہ جنتی' تو اس سے زناکاری کرنے والے سب لوگوں کو جمع کیا جاتا اور قیافہ شناسوں کو بلایا جاتا...... کہ اس کا تعین کریں کہ یہ بچہ ان میں سے کس کا ہے؟...... پس قیافہ شناس جس کے بارہ میں فیصلہ کرتے' وہ بچہ اسی کا کہلاتا اور وہ شخص اس بچے کی نسب کا انکار نہ کرسکتا تھا...... جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دے کر مبعوث فرمایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے تمام نکاحوں...... کاموں...... سے منع فرمایا اور صرف اس نکاح کو باقی رکھا جو آج...... مسلمانوں میں...... رائج ہے۔''

اس تفصیل سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دور حاضر کا ترقی یافتہ طریقہ کار زمانہ جاہلیت کے طریق اور انداز سے ذرہ بھر مختلف نہیں' بلکہ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو مشرکین مکہ اور قبل از اسلام جاہلیت کے علمبردار' دور حاضر کے ترقی کے دعویداروں سے ایک قدم آگے تھے' کیونکہ وہ ایسے بچے کا باپ معلوم کرنے کے لئے کسی مشینی ٹیسٹ کے محتاج نہیں تھے' بلکہ وہ محض قیافہ کی مدد سے یہ کام سر انجام دے لیتے تھے جبکہ ان کے جانشین اور ترقی کے دعویداروں کو ایسی حرامی اولادوں کے باپ کے تعین کے لئے ایک نہیں' دسیوں ڈی این اے ٹیسٹ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

الغرض یہ طریقہ کار مشرکین مکہ کی غلیظ سوسائٹی اور متعفن و بدبودار معاشرہ کی میراث ہے' اسلام بلکہ کوئی باحیا اور باغیرت انسانی معاشرہ اس کی اجازت نہیں دیتا' گویا اس طریقہ کار سے زنا اور اولاد زنا کو قانونی تحفظ دیا جاتا ہے' جبکہ اسلام نے ایسی تمام بے حیائی اور بے شرمی کی صورتوں کی شدت سے نفی کی ہے اور زنا جیسی بدکاری کی حوصلہ افزائی کے بجائے اس پر سخت سزاؤں کا نفاذ واجرا کرتے ہوئے حکم دیا ہے کہ اگر ایسا کوئی مجرم پایا جائے اور اس کا جرم ثابت ہوجائے تو اس پر سخت سے سخت سزا دی جائے' چنانچہ اگر ایسے جرم کا مرتکب شادی شدہ ہو تو اسے پتھر مار مار کر مار دیا جائے اور اگر وہ غیر شادی شدہ ہے تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں اور یہ سب کچھ علی رؤس الاشہاد ہو' تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت ہو اور معاشرہ سے اس بے حیائی و بے شرمی کی جڑ اور بنیاد ہی ختم ہوجائے' نہ یہ کہ اس کو اچھالا جائے اور بدکار و زناکاروں کو باپ کا مقام دے کر ایک معصوم پر ولدالزنا ہونے کی تہمت دھری جائے۔

تاہم اگر ایسی کوئی صورت ہو کہ کوئی بدکردار کسی خاتون پر یہ الزام لگائے کہ میں نے اس سے بدکاری کی ہے اور یہ بچہ میرا ہے' یا کوئی خاتون فریاد کرے کہ مجھ پر زیادتی ہوئی ہے اور اس کے نتیجہ میں یہ حمل ٹھہر گیا ہے' تو اس صورت میں بچہ تو اس کا ہوگا' جس کے نکاح میں وہ عورت ہے' البتہ زانی کو سنگسار کیا جائے گا' اس لئے حکم دیا گیا کہ: ''الولد للفراش وللعاہر الحجر''...... (ترمذی ج:۲' ص:۱۳۸) ...... بچہ اس کا ہے' جس کا نکاح ہے اور زناکار کے لئے صرف پتھر ہی ہیں......

جیسا کہ اسی طرح کا ایک واقعہ صحیح بخاری شریف میں بھی ہے:

''...... ان عائشۃ قالت کان عتبۃ بن ابی وقاص عہد الی اخیہ سعد ان یقبض ابن ولیدۃ زمعۃ' فاقبل بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' واقبل معہ عبد بن زمعۃ' قال سعد بن ابی وقاص ھذا ابن اخی' عہد الیّ انہ ابنہ' قال عبد بن زمعۃ یا رسول اللّٰہ! ھذا اخی' ھذا ابن زمعۃ وُلد علی فراشہ' فنظر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی ابن ولیدۃ زمعۃ فاذا اشبہ الناس بعتبۃ ابن ابی وقاص' فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ھولک' ھوا خوک یا عبد بن زمعۃ من اجل انہ ولد علی فراشہ' وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: احتجبی منہ یا سودۃ! لما رایٰ من شبہ عتبۃ بن ابی وقاص' قال ابن شہاب: قالت: عائشۃ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاہر الحجر۔''

(بخاری ج:۲' ص:۶۱۲' نور محمد کراچی)

ترجمہ:...... ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: عتبہ بن ابی وقاص نے مرتے وقت اپنے بھائی سعدؓ بن ابی وقاص کو وصیت کی کہ زمعہ کی لونڈی...... سے میں نے زنا کیا تھا' اس...... کا بچہ لے لینا' فتح مکہ کے دن...... حضرت سعد رضی اللہ عنہ زمعہ کی لونڈی کے بچے کو لے کر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو آپ کے ساتھ عبد بن زمعہ بھی حاضر ہوگئے' حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے' کیونکہ میرے بھائی نے مرتے وقت کہا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے...... دوسری جانب...... عبد بن زمعہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے' یہ زمعہ کا بیٹا ہے' یہ اس کے فراش پر پیدا ہوا تھا' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو واقعی وہ بچہ عتبہ بن ابی وقاص سے زیادہ مشابہ تھا' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تیرا ہے اور یہ تیرا بھائی ہے' اس لئے کہ یہ عتبہ کے فراش پر یعنی نکاح میں پیدا ہوا ہے' بایں ہمہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا تھا...... مگر چونکہ اس کی شکل وشباہت عتبہ بن ابی وقاص سے ملتی تھی' اس لئے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے فرمایا: سودہ! اس سے پردہ کیا کر! ابن شہاب زہریؒ فرماتے تھے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہے' جس کا نکاح ہے اور زانی کے لئے بس پتھر ہی پتھر ہیں۔"

ان تفصیلات سے واضح ہوا ہوگا کہ یہ طریقہ کار نہایت غلط' بھونڈا' بے حیائی' بے شرمی اور زنا کاری وبدکاری کے فروغ پر مشتمل ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆..........☆☆

طاغوتوں کی شطرنج کا مہرہ

دنیا بھر کا ہر ہندو' ہر یہودی' ہر مسیح اور ہر دہریہ' قادیانی فرقہ سے دلچسپی رکھتا ہے' اس کے تحفظ کے لئے اپنی طاقت کی چھتری مہیا کرنا ضروری فرض سمجھتا ہے' اور قادیانیوں کی خاطر عالم اسلام کو ڈائنامیٹ سے اڑا دینے کا عزم رکھتا ہے' ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ "الکفر ملة واحدة" کفر کے تمام فرقوں کی باہمی لڑائی انہیں اسلام دشمنی کے مقصد پر جمع ہونے سے نہیں روکتی' تمام طاغوتی طاقتیں عالم اسلام کے خلاف قادیانی جماعت کی معاون ومحافظ ہیں اور قادیانی گروہ ان سارے طاغوتوں کی شطرنج کا مہرہ ہے' جسے اسلام کو زک پہنچانے کے لئے بطائف الحیل حرکت میں لایا جاتا ہے۔

اسرائیل کی طرح قادیانی جماعت کا وجود ہی سراپا سازش ہے' اور اس کی سازش کا نشانہ صرف پاکستان نہیں بلکہ پورا عالم اسلام' خصوصاً ایشیا اور مشرق وسطی ہے' قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ پاکستان کے ایک بازو کو کاٹ چکا ہے اور دوسرا بازو کی تخریب میں اس کی سرگرمیاں روز افزوں ہیں۔ قادیانی دہشت پسند تنظیم کو ہر اس قوت سے قلبی تعلق ہے جو عالم اسلام کی تخریب کے مقاصد میں اس کی معاون ثابت ہوسکے' خواہ وہ یہودیوں کی "صیہونی تحریک ہو" یا دہریت پسندوں کی سوشلسٹ تحریک۔

عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان کے نزدیک "اسرائیل" استعماری سازش کی ناجائز اولاد ہے' جس کی پرورش امریکی ایٹم کے زور سے کی جارہی ہے' یہی وجہ ہے کہ تعلقات وروابط استوار کرنا کیا معنی؟ کسی اسلامی حکومت نے استعمار کے اس "ناجائز بچہ" کو ابھی تک زندہ رہنے کی اجازت بھی نہیں دی ہے' لیکن قادیانیوں کی "ربوہ اسٹیٹ" خود بھی چونکہ استعمار کی ناجائز اولاد کی حیثیت رکھتی ہے' اس لئے ان دونوں کے نہ صرف باہمی روابط استوار ہوئے' بلکہ دونوں تو اُم "بہن بھائی" کی حیثیت میں عالم اسلام کو چیلنج کررہے ہیں۔

جہاں تک ہم نے قادیانی تحریک کا مطالعہ کیا ہے اور اگر مجھے اجازت دی جائے تو میں کہوں گا کہ میں نے خود قادیانیوں سے زیادہ اس تحریک کا وسیع وعمیق مطالعہ کیا ہے' ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ قادیانیوں کی تبلیغ عین سیاست ہے اور ان کی سیاست ہی "تبلیغ" ہے' کم ازکم قادیانی تحریک کی حد تک تبلیغ اور سیاست کے جداگانہ تصور سے ہم ناآشنا ہیں' قادیانی تحریک کو ہم مذہبی تحریک نہیں سمجھتے بلکہ یہ خالص سیاسی تحریک ہے' جس پر مذہب کا خول بڑی عیاری سے چڑھایا گیا ہے۔

بلاشبہ قادیانی کافر ہیں' آج سے نہیں بلکہ ۱۳۰۱ھ سے کافر ہیں' جب مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ نعرہ لگایا تھا:

"منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا   منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد"

(تریاق القلوب ص:۴' خزائن ج:۱۵ ص:۱۳۴)

لیکن اگر وہ صرف "کافر" ہوتے تو دنیا میں اور بہت سے کافر ہیں' قادیانی تحریک صرف اسلام سے باغی نہیں بلکہ یہ صیہونیت اور فری میسن کی طرح ایک خفیہ سیاسی تنظیم ہے اور یہودی فوجوں میں قادیانی سپاہیوں کی شمولیت اور مغربی جرمنی میں چار ہزار قادیانیوں کی گوریلا تربیت نے اسے ایک دہشت پسند تنظیم ثابت کردیا ہے۔

صیہونیت اور قادیانیت کا اتحاد پاکستان اور عالم اسلام کے لئے ایک ہولناک خطرہ کا نشان اور قائدین ملت کی فراست وتدبر کے لئے ایک آزمائش اور ایک امتحان ہے' قادیانیت نے عالم اسلام سے فیصلہ کن معرکہ آرائی کا منصوبہ طے کرلیا ہے۔

ظہورِ مہدیؓ اور قادیانی تلبیس

محمد اکمل

مرزا غلام احمد قادیانی نے مسلمانوں کو برباد کرنے اور ان کو گمراہ کرنے کے لئے انگریزوں کے اشارے پر مختلف قسم کے دعوے کئے‘ مثلاً: مجدد‘ محدث‘ مہدی‘ مسیح‘ عیسیٰ ابن مریم‘ موسیٰ‘ محمد‘ ابراہیم‘ نوح‘ ملہم‘ مامور من اللہ وغیرہ۔ جب ان دعوؤں پر بھی مسلمانوں کا کچھ نہ بگڑا‘ تو اعلان کردیا کہ میں خدا ہوں‘ چنانچہ اپنی تصنیف ”کتاب البریہ“ میں وہ لکھتا ہے:

”میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں۔“ (کتاب البریہ ص ۸۵‘ خزائن ص ۱۰۳ ج ۱۳)

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ایسے دعوؤں کو ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے اور مرزا قادیانی کے بے ایمان ہونے کی شہادت دے سکتا ہے‘ اس لئے آج کل مرزائی مناظر‘ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے مرزا قادیانی کو صرف مہدی کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور مرزا قادیانی کا قول نقل کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے فرمایا:

”بشرنی وقال: المسیح الموعود الذی یرقبونہ‘ والمہدی المسعود الذی ینتظرونہ ھوانت۔“ (تذکرہ ص ۲۰۷‘ اتمام حجت خزائن ص ۲۷۵ ج ۸)

مرزا قادیانی کے اس قول کو نقل کر کے قادیانی یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب صرف امام مہدی ہیں اور یہ کہ حضرت امام مہدی کی تائید جن حدیثوں سے ہوتی ہے‘ ان کی جو علامات ہیں‘ وہ تمام کی تمام علامات مرزا قادیانی پر پوری اترتی ہیں‘ اور اس کے لئے وہ امام باقر کا قول نقل کرتے ہیں‘ جس کو دارقطنی نے نقل کیا‘ چنانچہ دارقطنی میں لکھا ہے کہ:

”عن عمرو بن شمر عن جابر عن محمد بن علی قال ان لمہدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السموٰت والارض تنکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ ولم تکونا منذ خلق اللّٰہ السموٰت والارض۔“ (دارقطنی‘ ص:۱۸۸‘ جلد اوّل)

مرزائی اس قول کو نقل کر کے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی کی نشانی یہ ہے کہ اس کے زمانہ میں رمضان المبارک کے مہینہ میں چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگے گا‘ یہ نشان مرزا قادیانی پر پورا ہوتا ہے اور اس سے پہلے جب سے زمین و آسمان بنے‘ یہ کبھی نہیں ہوا‘ چنانچہ بقول مرزائی اس سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی حدیث نبویؐ کے مطابق سچا مہدی ہے۔

جواب:..... یہ حدیث نبویؐ قطعی طور پر نہیں‘ بلکہ ضعیف درجے میں یہ امام باقرؒ کا قول ہے‘ جو دارقطنی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے‘ لہٰذا اس کو حدیث رسولؐ بنا کر پیش کرنا نہ صرف یہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان عظیم اور کذب وافتراء ہے‘ بلکہ حسب حدیث: من کذب علی متعمداً الخ اپنا ٹھکانہ بدست خود جہنم میں بناتا ہے۔

ناظرین کرام! مجھے اس وقت اور زیادہ حیرت ہوئی‘ جب میں نے دارقطنی کی طرف رجوع کیا‘ دارقطنی کے حاشیہ پر محشی مولانا ابو طیب محمد المدعو شمس الحق عظیم آبادی نے لکھا ہے کہ: ”عمرو بن شمر عن جابر کلاھما ضعیفان لا یحتج بھما“ یعنی عمرو بن شمر اور جابر دونوں اس درجہ ضعیف راوی ہیں کہ ان سے کسی قسم کی روایت نقل نہیں کی جاسکتی اور نہ ان دونوں کو استدلال میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ نیز مطبوعہ بیروت کے محشی مجدی بن منصور بن سید الشوری اپنی رائے اس طرح پیش کرتے ہیں:

”اسنادہ ضعیف جداً لضعف عمرو بن شمر و جابر الجعفی۔“ (ص ۵۱ حاشیہ ۳ جلد ثانی)

چوری اور سینہ زوری کی مثل یہیں صادق آتی ہے کہ دار قطنی جس میں امام محمد باقر کا قول نقل کیا ہے' اسی صفحہ کے حاشیہ میں یہ بھی مرقوم ہے کہ دونوں راوی ضعیف ہیں' ان سے استدلال قطعی نہ کریں' مگر مرزائی ہیں کہ ''میٹھا میٹھا ہپ ہپ' کڑوا کڑوا تھوتھو۔''

میزان الاعتدال جلد۲ صفحہ۲۶۲ پر عمرو بن شمر کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''لیس بشی' زائغ' کذاب' رافضی' منکر الحدیث لا یکتب حدیثه' متروک الحدیث'' وغیرہ' اس طرح کے نو القاب سے نوازا ہے' معلوم ہوا کہ اس قدر ضعیف راوی سے روایت کو لینا کسی بھی طرح عقل کے مناسب نہیں۔

مرزائی مغالطہ:

بہر کیف ان دلائل سے معلوم ہوا کہ یہ قول مرزائیوں کے حق میں نہیں جاتا' لیکن پھر بھی مرزائی حضرات' امام باقرؒ کے اس قول کو حدیث ثابت کرنے کے لئے دیگر کتابوں کا حوالہ دیتے پھرتے ہیں' مثلاً: ایک مرزائی پنڈت نے لکھا ہے کہ:

''ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں اور یہ صداقت کے دونوں نشان کبھی کسی کے لئے جب سے دنیا بنی ہے ظاہر نہیں ہوئے: رمضان میں چاند کو گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات کو اور سورج گرہن کے دنوں میں سے درمیانے دن کو سورج گرہن لگے گا۔ چنانچہ یہ گرہن ۱۸۹۴ء میں لگا' یعنی چاند کی تیرہ' چودہ' پندرہ تاریخوں میں سے تیرہ تاریخ کو رمضان کے مہینہ میں چاند کو اور ستائیس' اٹھائیس' انتیس تاریخوں میں سے اٹھائیس تاریخ کو ماہ رمضان میں سورج کو گرہن لگا۔'' (مکمل تبلیغی پاکٹ بک ص۳۶۶)

اور آگے چل کر پھر لکھتا ہے کہ:

یہ حدیث مندرجہ ذیل کتب میں پائی جاتی ہے جس سے اس کی صحت کا پتہ چلتا ہے:

(۱) دار قطنی ص۱۸۸ ج اول' (۲) فتاوی حدیثیہ حافظ ابن حجر مکی رحمہ اللہ' (۳) احوال الآخرہ حافظ محمد لکھوکے ص۲۳' (۴) آخری گت مولوی محمد رمضان' (۵) حجج الکرامہ از نواب صدیق حسن ص۳۴۴' (۶) عقائد الاسلام' مولانا عبدالحق صاحبؒ محدث دہلوی' (۷) قیامت نامہ فارسی و علامات قیامت شاہ رفیع الدین صاحبؒ' (۸) اقتراب الساعہ' نواب نور الحسن ص۱۰۶' (۹) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ جلد۲ ص۱۳۲' اکمال الدین ص۲۴۸ وغیرہ۔

جواب: مرزائیوں کے پاس اس سلسلہ میں سوائے مکروفریب کے اور کچھ بھی نہیں' جب کہ بندہ کی تحقیق اس سلسلہ میں جو ہے' وہ اس طرح پر ہے:

۱:...... دار قطنی کی روایت از روئے روایت کیا بروئے درایت ہر دو طرح جھوٹی' بناوٹی اور جعلی ہے' روایت کی رو سے یوں کہ اس کے راوی عمرو بن شمر و جابر کو ضعیف کہا گیا ہے اور روایت کی رو سے اس حدیث کے متعلق مرزا غلام احمد قادیانی خود لکھتا ہے کہ اس سلسلہ میں ''لا مہدی الا عیسیٰ'' کے علاوہ کوئی حدیث صحیح نہیں' سب ضعیف ہیں۔ (ازالہ اوہام ص۴۰۶)

۲:...... اگر بالفرض امام باقرؒ کے قول کو مان بھی لیں' تب بھی یہ مرزائی مناظر کے حق میں نہیں جاتا' کیونکہ اس میں چاند گرہن رمضان کے نصف میں ذکر کیا گیا ہے' جبکہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں چاند گرہن رمضان کی تیرھویں تاریخ اور سورج گرہن رمضان کی اٹھائیسویں تاریخ کو ہوا ہے اور اسی قول کو وہ تمام حضرات نقل کرتے ہیں' جن کا مرزائی حوالہ دیتے ہیں' چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

کتاب ''اقتراب الساعہ'': ...... مرزائی پنڈت نے اس کتاب کا بھی حوالہ دیا ہے' لیکن جب بندہ نے رجوع کرکے دیکھا تو اس میں یہ لکھا ہے:

''رمضان میں سورج' چاند کو گہن لگنا یہ روایت امام محمد باقر سے ہے' انہوں نے کہا کہ ہمارے مہدی کے لئے دو نشانیاں ہیں کہ جب سے خدا نے آسمان زمین کو پیدا کیا ہے' آج تک نہیں ہوئیں' ایک یہ کہ پہلی رات رمضان کو کسوف قمر ہوگا' دوسرے نصف رمضان میں سورج کو گہن لگے گا۔'' (اقتراب الساعہ ص۱۰۶)

اس قول سے بھی مرزائی دلیل ثابت نہیں ہوتی' کیونکہ بفرض محال اگر روایت کی سند اور اس کے ضعف وسقم کی بحث کو نظر انداز کرکے بھی دیکھا جائے تو اس میں صاف صاف ذکر ہے کہ چاند گرہن رمضان کی پہلی رات میں اور سورج گرہن رمضان کے نصف میں لگے گا' جبکہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں ایسا نہیں ہوا' یہ مرزائیوں کی بے شرمی و بے حیائی ہے کہ ان بزرگوں کے قول کو کس طرح توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔

کتاب ''حجج الکرامہ'': ...... مرزائی پنڈت نے اس کتاب کا بھی حوالہ دیا' بندہ نے جب کتاب کو دیکھا تو اس میں لکھا ہوا پایا کہ:

''واز انجملہ کسوف قمر در اوّل شب از رمضان وخسوف شمس در نیمہ اش علی بن عبداللہ بن عباس گفتہ بیروں نیاید مہدی تا آنکہ ظاہر شود از آفتاب علامتی' اخرجہ نعیم بن حماد و ابوالحسن الخیری فی الجزئیات واخرج مثلہ الحافظ ابوبکر بن احمد بن الحسن وابن حماد ایضاً عن کثیر بن مرۃ الحضرمی والبیہقی ایضاً ومحمد بن علی گفتہ مہدی را دو آیت آست کہ نبودہ از روزیکہ خدا آسمانہا وزمین آفرید کسوف گیرد ماہتاب در شب اول از ماہ رمضان وآفتاب در نصف رمضان واجتماع ایں ہردو کسوف در ما بے گاہے نبودہ' مجدد الف ثانی در مجلد ثانی گفتہ در زمان ظہور سلطنت مہدی چہاردہم رمضان کسوف شمس خواہد شود' ودر اول آں ماہ خسوف قمر خلاف عادت زماں و برخلاف حساب منجماں انتہی' گویم خسوف قمر نزد اہل نجوم بتقابل شمس بر ہیئت مخصوص می شود ودر غیر تاریخ سیزدہم و چہاردہم و پانزدہم اتفاق نمی افتد وہم چنیں کسوف شمس نزد اقتران قمر بر شکل خاص در غیر تاریخ بست ہفت' وبست ہشت وبست نہم نمی شود پس وقوع ایں ہردو در ماہ واحد در غیر تاریخ مذکورہ مخالف حساب نجوم است وغرابت دارد' اما از قدرت قادر قدیر ہیچ مستغرب نیست در رسالہ حشریہ نوشتہ علامت ایں قصہ آنست کہ پیش ازیں کہ ماہ رمضان گزشتہ باشد در وے در کسوف شمس و قمر شدہ باشد انتہی۔''
(آثار قیامت فی حج الکرامہ ص ۳۴۴)

نواب صدیق حسن خان صاحب نے اوّل تو روایت کے ضعف اور سقم سے کوئی بحث نہیں کی' اور نہ ہی اس کو حدیث گردانا' ثانیاً یہ کہ اپنے استدلال میں بالکل صاف الفاظ میں یہ لکھ دیا کہ یہ چاند گرہن رمضان کی اوّل شب اور سورج گرہن نصف رمضان میں ہوگا' جو آج تک نہیں ہوا' لیکن مرزائی' نواب صاحب کے قول کو بدل کر عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو دھوکے میں ڈال سکیں۔

مکتوبات امام ربانی کا حوالہ مرزائی پنڈت نے دیا ہے' اس کا مسئلہ بھی یہیں سے حل ہو جاتا ہے کہ حضرت مجدد صاحبؒ نے بھی پہلی اور چودہ رمضان کی تاریخ کا تعین فرمایا ہے۔

کتاب ''عقائد الاسلام'':...... مرزائی پنڈت نے اس کتاب کا بھی حوالہ دیا ہے' لیکن جب بندہ نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو مرزائی پنڈت پر افسوس ہوا کہ اس نے اس کو دلیل میں کیوں پیش کیا' جبکہ اس کتاب میں کوئی بھی لفظ مرزائیوں کی دلیل بننے کے لائق نہیں' چنانچہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

''دوسری علامت یہ ہوگی کہ اس سال جو رمضان ہوگا' اس میں چاند اور سورج کا گہن ہوگا' کذافی ذکرہ مولانا رفیع الدینؒ۔ ابدال عصائب آکر ان سے بیعت کریں گے اور عرب کی فوج ان کی مدد کے لئے جمع ہوگی اور کعبہ کے دروازے کے آگے جو خزانہ مدفون ہے' جس کو تاج الکعبہ کہتے ہیں' نکالیں گے اور مسلمانوں میں تقسیم فرمادیں گے۔''
(عقائد الاسلام صفحہ ۱۸۲ مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ)

حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے حضرت امام مہدیؒ کی علامت کو ذکر کیا اور اس کے بعد بتایا کہ عرب کی فوج ان کی مدد کرے گی' اور تاج الکعبہ کو نکال کر مسلمانوں میں تقسیم کردیں گے' لیکن جب ہم مرزائیوں کی طرف دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے لوگوں نے مرزا پر کفر کا فتوی دیا' مدد کی بات تو کہاں ہوگی' اور ایک علامت یہ ذکر کی کہ لوگوں میں مال تقسیم کریں گے' لیکن مرزا قادیانی نے تو لوگوں کو دھوکا دے کر' جھوٹ بول کر ان کا مال غصب کیا۔

کتاب ''علامت قیامت'':...... مرزائی پنڈت نے اس کتاب کا حوالہ دیا' بندہ نے اس کتاب کی طرف رجوع کیا تو مرزائی پنڈت پر ہنسی آئی کہ اس نے اس کتاب کا حوالہ کیوں کر دیا' جبکہ ان کے حق میں ایسی کوئی دلیل اس میں نظر نہیں آتی' چنانچہ آپ حضرات بھی ملاحظہ فرمائیں:

''بقیۃ السیف مسلمان مدینہ منورہ چلے آئیں گے' عیسائیوں کی حکومت خیبر تک (جو مدینہ منورہ کے قریب ہے) پھیل جائے گی' اس وقت مسلمان اس تجسس میں ہوں گے کہ حضرت امام مہدیؒ کو تلاش کرنا چاہئے تاکہ ان مصائب کے دفعیہ کے موجب ہوں اور دشمن کے پنجہ سے نجات دلائیں' حضرت امام مہدیؒ اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے' مگر اس بات کے ڈر سے کہ مبادا لوگ مجھ جیسے ضعیف کو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کی تکلیف دیں' مکہ معظمہ سے چلے جائیں گے' اس زمانے کے اولیائے کرام و

ابدال عظام آپ کو تلاش کریں گے‘ بعض آدمی مہدیت کے جھوٹے دعوے کریں گے‘ اسی اثنا میں کہ مہدیؒ رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے‘ آدمیوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی اور جبراً وکرہاً آپ سے بیعت کرلے گی‘ اس واقعہ کی علامت یہ ہے کہ اس سے قبل گزشتہ ماہ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگ چکے گا‘ اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ ندا آئے گی: ’’ھذا خلیفۃ اللّٰہ المھدی فاستمعوا لہ واطیعوا‘‘ اس آواز کو اس جگہ کے تمام خاص و عام سن لیں گے‘ حضرت امام مہدیؒ سید اور اولاد فاطمۃ الزہرؓا میں سے ہیں‘ آپ کا قد و قامت قدرے لانبا‘ بدن چست‘ رنگ کھلا ہوا اور چہرہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے مشابہ ہوگا‘ نیز آپ کے اخلاق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری مشابہت رکھتے ہوں گے‘ آپ کا اسم شریف محمدؐ والد کا نام عبداللہؓ والدہ کا نام آمنہ ہوگا‘ زبان میں قدرے لکنت ہوگی‘ جس کی وجہ سے تنگ دل ہوکر کبھی کبھی ران پر ہاتھ مارتے ہوں گے‘ آپ کا علم لدنی (خداداد) ہوگا‘ بیعت کے وقت عمر چالیس سال کی ہوگی‘ خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ چلی آئیں گی‘ شام‘ عراق اور یمن کے اولیاء کرام‘ ابدال عظام آپ کی مصاحبت میں اور ملک عرب کے بے انتہا آدمی آپ کی افواج میں داخل ہوجائیں گے‘ اور اس خزانہ کو جو کعبہ میں مدفون ہے‘ جس کو تاج الکعبہ کہتے ہیں‘ نکال کر مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں گے‘ جب یہ خبر اسلامی دنیا میں منتشر ہوگی تو خراسان سے ایک شخص کہ جس کے لشکر کا مقدمۃ الجیش منصور نامی (شخص) کے زیر کمان ہوگا‘ ایک بہت بڑی فوج لے کر آپ کی مدد کے لئے روانہ ہوگا‘ جو رستہ میں ہی بہت سے عیسائی اور بددینوں کا صفایا کردے گا‘ وہ سفیانی جو اہل بیت کا دشمن ہوگا‘ جس کی ننھیال قوم بنوکلب ہوگی‘ حضرت امام مہدیؒ کے مقابلہ کے واسطے فوج بھیجے گا‘ جب یہ فوج مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک میدان میں آکر پہاڑ کے دامن میں مقیم ہوگی تو اسی جگہ اس فوج کے نیک و بدعقیدے والے سب کے سب دھنس جائیں گے اور قیامت کے دن ہر ایک کا حشر اس کے عقیدے و عمل کے موافق ہوگا‘ مگر ان میں سے صرف دو آدمی بچ جائیں گے‘ ایک حضرت امام مہدیؒ کو اس واقعہ سے مطلع کرے گا اور دوسرا سفیانی کو۔‘‘

(علامات قیامت‘ ص۵/۶‘ از شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ)

مذکورہ بالا کتاب کے اقتباس میں کہیں پر یہ بات نظر نہیں آتی کہ چاند گرہن رمضان کی تیرھویں تاریخ اور سورج گرہن اٹھائیسویں تاریخ کو ہوگا‘ لیکن جو علامات خاص طور سے ذکر کی گئی ہیں‘ وہ مرزائی پنڈت کو نظر نہیں آتیں‘ مرزائی ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں کہ اپنے مطلب کی بات نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور حقیقت کو چھپا لیتے ہیں‘ ان کے پیر مرزا قادیانی کی بھی یہی عادت رہی ہے کہ وہ حق کو چھپا لیتا تھا۔

مرزائی پنڈت نے شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ کی کتاب ’’قیامت نامہ فارسی‘‘ کا بھی حوالہ دیا ہے‘ چنانچہ اس کتاب کی طرف رجوع کیا تو اس کتاب کے مترجم حضرت مولانا محمد ابراہیم اعظم داتا پوریؒ نے لکھا ہے کہ:

’’اس وقت مسلمان اس دھن میں رہیں گے کہ امام مہدی کو تلاش کرنا چاہئے تاکہ یہ بلا دور ہو اور ان لوگوں کے ہاتھ سے نجات ملے‘ اور حضرت امام مہدی اس وقت مدینہ منورہ میں ہوں گے اور اس خوف سے کہ لوگ شاید مجھ کو اس کام کی تکلیف دیں‘ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لے جائیں گے‘ اور اس زمانے کے اولیاء اللہ اور ابدال انہیں تلاش کرتے پھریں گے‘ اور بعضے لوگ مہدی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کریں گے‘ جس وقت کہ امام مہدی علیہ الرضوان رکن اور مقام کے مابین حرم شریف کے طواف میں مشغول ہوں گے‘ بہتیرے لوگ انہیں پہچان جائیں گے اور ان سے زبردستی خلافت کی بیعت کریں گے‘ اس واقعے کی پہچان یہ ہے کہ جو رمضان اگلے سال میں گزر چکا ہوگا‘ اس میں آفتاب اور ماہتاب دونوں کا گہن لے گا اور بیعت کے وقت آسمان سے آواز آئے گی: ’’ھـــذا

خلیفۃ اللّٰہ المھدی فاستمعوا لہ واطیعوا۔''

(زلزلۃ الساعۃ ترجمہ قیامت نامہ فارسی' ص:۷/۶)

اس اقتباس میں کہیں پر بھی یہ نہیں لکھا کہ رمضان المبارک کی تیرھویں تاریخ کو چاند گرہن اور اٹھائیسویں تاریخ کو سورج گرہن ہوگا' بلکہ مطلق گرہن لکھا ہے کہ رمضان المبارک میں ہوگا' یہ مرزائیوں کی بے حیائی کی دلیل ہے کہ اپنے مطلب کی بات نکال لیتے ہیں اور باقی کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں' حالانکہ علامت مہدی میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ میں ظاہر ہوں گے اور حرم شریف کا طواف کریں گے' ان کے حق میں آسمان سے گواہی کی آواز آئے گی' اولیاء اللہ اور ابدال ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین کرام! مرزائی تمام علامات کو چھوڑ کر صرف کسوف وخسوف کا ذکر کرتے ہیں' شاید دیگر علامات کو دیکھتے وقت مرزائی آنکھوں کی بینائی سے محروم ہوجاتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ ان کو دوسری وہ علامات جو احادیث صحیحہ میں ذکر کی گئیں ہیں' نظر نہیں آتیں اور جو علامات نظر آتی ہیں' اس میں بھی لکھا کچھ ہے اور مرزائی پڑھتے کچھ اور ہیں۔

مرزائی عذر:

مرزائی یہ کہتے ہیں کہ قانون قدرت ہے کہ چاند گرہن ہمیشہ ۱۳' ۱۴ اور ۱۵ تاریخوں میں سے کسی ایک تاریخ میں اور سورج گرہن ہمیشہ ۲۷' ۲۸ اور ۲۹ تاریخوں میں سے کسی ایک تاریخ میں ہوگا' لہٰذا ''اوّل لیلۃ'' سے مراد ۱۳ تاریخ اور ''نصف منہ'' سے مراد ۲۸ تاریخ ہوئی اور اس قسم کا گرہن مرزا صاحب کے زمانہ میں واقع ہوا جو کہ امام باقر کے قول کے مطابق ہے۔

جواب:...... قادیانیوں کی یہ تاویل اس لئے باطل ہے کہ روایت میں دو مرتبہ جملہ آیا ہے: ''لم تکونا منذ خلق اللّٰہ السمٰوٰت والارض'' یعنی مہدی کے نشان میں سے یہ ہے کہ جب سے زمین وآسمان بنے ہیں' کبھی ایسا واقع نہیں ہوا' یہ قول اسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے جب ہم اسے ظاہری الفاظ کے مطابق رکھیں' یعنی رمضان کی پہلی رات اور نصف رمضان مراد لیں' کیونکہ جب سے زمین وآسمان بنے ہیں' ان تاریخوں میں کبھی گرہن واقع نہیں ہوا۔ ۱۳ رمضان کو چاند گرہن اور ۲۸ رمضان کو سورج گرہن مرزا قادیانی سے پہلے ہزاروں مرتبہ لگ چکا ہے۔ چنانچہ مسٹر کیتھ کی کتاب Use of the Globes (یوز آف دی گلوبز) اور حدائق النجوم فارسی دونوں کتابوں میں ۱۸۰۱ء سے لے کر ۱۹۰۱ء تک ایک صدی کے گرہنوں کی فہرست دی گئی ہے' جس کو حضرت مولانا سید ابو احمد رحمانی ؒ نے اپنی کتاب ''دوسری شہادت آسمانی'' میں صفحہ ۱۵ سے صفحہ ۴۰ تک تفصیل سے ذکر کیا ہے' ان میں ۴۵ سال کے قلیل عرصہ پر خاص طور پر نشان لگا کر یہ بتادیا کہ اس عرصہ میں تین مرتبہ ان تمام صفات کے ساتھ گرہن واقع ہوئے ہیں' جس طرح پر مرزائی مراد لیتے ہیں' پہلی مرتبہ ۱۸۵۱ء مطابق ۱۲۶۷ھ' دوسری مرتبہ ۱۸۹۴ء مطابق ۱۳۱۱ھ' تیسری مرتبہ ۱۸۹۵ء مطابق ۱۳۱۲ھ۔

ایک اہم قاعدہ:

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کی ستائیسویں جلد میں گرہن کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۷۶۳ برس قبل سے ۱۹۰۱ء تک کا ایک تجزیہ لکھا ہے' جس کے بعد مرتب لکھتے ہیں کہ:

''ہر ثابت شدہ یا مانا ہوا گہن کے ۲۲۳ برس قبل اور بعد میں اسی قسم کا گہن ہوتا ہے' یعنی وہ مانا ہوا معینہ گہن جس وقت اور جس مہینہ میں جس طور کا ہوگا' ۲۲۳ برس قبل اور بعد بھی انہیں خصوصیات کے ساتھ ویسا ہی دوسرا گہن ہوگا۔'' (دوسری شہادت آسمانی' ص:۳۴)

قارئین کرام! اب اس حساب کی روشنی میں غور کریں کہ جب ۱۲۶۷ھ سے ۱۳۱۲ھ تک قلیل مدت میں تین مرتبہ گرہنوں کا اجتماع رمضان المبارک کی تیرھویں اور اٹھائیسویں تاریخ کو ہوا ہے' تو حسب قاعدہ دیکھا جائے کہ کس کس وقت میں گرہنوں کا اجتماع ۱۳/ ۲۸ رمضان میں ہوا ہے؟ اس کا اندازہ تو ماہر علم نجوم اور تاریخ داں ہی لگا سکتے ہیں؟

نوٹ:..... حضرت مولانا سید ابواحمد رحمانی نے اپنی کتاب ''دوسری شہادت آسمانی'' میں ان لوگوں کا نقشہ بھی دیا ہے جو مدعی نبوت تھے اور ان کے دور میں اس قسم کے گرہن واقع ہوئے۔

ناظرین کرام! ہم پھر امام باقر کے قول کی طرف چلتے ہیں کہ اس میں خود مرزا غلام احمد قادیانی نے کس خیانت سے کام لیا ہے' چنانچہ مرزا قادیانی کی خیانت ملاحظہ فرمائیں:

''صحیح دار قطنی میں یہ ایک حدیث ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں: ''ان لمھدینا اٰیتین الخ'' ترجمہ یعنی ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں اور جب سے کہ زمین وآسمان خدا نے پیدا کیا یہ دو نشان کسی اور مامور اور

رسول کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے' ان میں سے ایک یہ ہے کہ مہدی معہود کے زمانے میں رمضان کے مہینے میں چاند کا گرہن اس کی اول رات میں ہوگا' یعنی تیرھویں تاریخ میں' سورج کا گرہن اس کے دنوں میں سے بیچ کے دن میں ہوگا' یعنی اسی رمضان کے مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو اور ایسا واقعہ ابتداء دنیا سے کسی رسول یا نبی کے وقت میں بھی ظہور میں نہیں آیا' صرف مہدی معہود کے وقت اس کا ہونا مقدر ہے۔''

(حقیقت الوحی' خزائن' ص:۲۰۲' ج:۲۲)

واقعی مرزا جی نے سچ کہا ہے کہ صادقوں کے منہ اور ہوتے ہیں' کاذبوں کے اور' بھلا متن میں مہدی کے ساتھ رسول اور نبی کا لفظ کہاں ہے؟ خدارا! کہیں تو ہیرا پھیری سے باز آ جا' کہیں تو شرم کر' ہر جگہ دجل اور فریب مکاری سے کام نہیں لینا چاہئے' مرزا جی! دارقطنی یقیناً حدیث کی کتابوں میں مصدر اصلی کا درجہ رکھتی ہے' لیکن آج تک کسی محدث نے دارقطنی کو صحیح نہیں کہا' صحیح بخاری تو ہے' صحیح مسلم ہے' صحیح ابن حبان ہے' مگر صحیح دارقطنی؟ آج تک من خلق السمٰوٰت والارض کسی نے دارقطنی کو ''الصحیح'' نہیں کہا' نہ ہی کسی نے لکھا ہے' آخر کچھ تو شرم کرنی چاہیے:

ڈھیٹ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پر سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

مرزائیوں کے پاس صرف یہی ایک قول تھا' جس سے وہ دلیل پکڑتے تھے' لیکن تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ قول خود مرزائیوں کے خلاف ہے' لیکن مرزائیوں کی بے شرمی دیکھئے کہ ماننے کا نام ہی نہیں لیتے۔

محترم قارئین کرام! امام مہدی کی علامات جو احادیث میں ذکر کی گئیں ہیں' ان کے مقابلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو دیکھتے ہیں:

۱:.....امام مہدی کا نام محمد ہوگا' جبکہ مرزا کا نام غلام احمد ہے۔

۲:.....امام مہدی کے والد کا نام عبداللہ ہوگا جبکہ مرزا کے باپ کا نام غلام مرتضیٰ ہے۔

۳:.....امام مہدی حسنی سید ہوں گے' جبکہ مرزا مغل برلاس ہے۔

۴:.....امام مہدی کا وطن مدینہ ہوگا' جبکہ مرزا' قادیان کا رہنے والا تھا۔

۵:.....امام مہدی کا علم لدنی ہوگا' لیکن مرزا نے استادوں سے پڑھا۔

۶:.....امام مہدی' نصاریٰ سے جنگ کریں گے' جبکہ مرزا جی نے اپنی ساری زندگی انگریزوں کی خوشامد میں صرف کی۔

۷:.....امام مہدی کے ہاتھ پر لوگ مکہ میں بیعت کریں گے' جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ساری زندگی خواب میں بھی مکہ یا مدینہ جانا نصیب نہ ہوا ہوگا۔

۸:.....امام مہدی چالیس سال کی عمر میں ظاہر ہوں گے اور اس کے بعد تقریباً سات یا نو سال زندہ رہیں گے' لیکن مرزا نے اپنی مہدویت کا دعویٰ تقریباً ۴۸ سال کی عمر میں کیا اور پھر اکیس سال تک زندہ رہا۔

۹:.....امام مہدی تمام عالم کے مسلمانوں کے خلیفہ اور حاکم ہوں گے' لیکن مرزا کو اپنے وطن قادیان میں بھی لوگوں نے تسلیم نہ کیا حتیٰ کہ اس کی بیوی اور بیٹے نے بھی قبول نہیں کیا۔

۱۰:.....امام مہدی کی عمر زیادہ سے زیادہ ۴۹ سال ہوگی' لیکن مرزا قادیانی ۶۹ سال کی عمر میں مرا۔

ناظرین کرام! اب فیصلہ آپ کریں کہ مرزا غلام احمد قادیانی مہدی معہود ہے یا دجال و کذاب' لعین و مردود؟

☆☆.........☆☆

اہل باطل زنادقہ کا دامن دلیل و برہان کے جوہر سے ہمیشہ خالی رہا ہے

''ہمیں قادیانی امت کی اس دیدہ دلیری اور جرأت بے جا پر افسوس ضرور ہے' مگر اس پر ذرا بھی تعجب نہیں کہ وہ خدا اور رسولؐ پر دروغ بافی اور افتراء پردازی کیوں کرتے ہیں؟ اور تاریخ کے اٹل حقائق سے آنکھیں بند کرکے واقعات کو کیوں مسخ کرتے ہیں؟ ہمیں معلوم ہے کہ اہل باطل زنادقہ کا دامن دلیل و برہان کے جوہر سے ہمیشہ خالی رہا ہے' ان کے صغریٰ' کبریٰ کی کل کائنات اِدھر اُدھر کے زٹلیات' بے سروپا افسانے اور من گھڑت روایات کا پلندہ رہا ہے' ان کے دعاویٔ باطلہ کا کھوٹا سکہ مسخ حقائق کی اندھیر نگری میں ہی چل سکتا ہے' زنادقہ کی یہی تکنیک مرزا غلام احمد ''مسیح قادیان'' نے اختیار کی اور کانوں کے اسی جنگل میں ایک صدی سے ان کی ''مسیحی امت'' بھٹک رہی ہے: ویضل اللّٰہ الظالمین ویفعل اللّٰہ مایشاء!''

(حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ)

رُوح افزا
مشروبِ مشرق
جب چھوٹی چھوٹی باتیں کردیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ، ایسے میں رُوح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس۔
پیو ٹھنڈا ٹھنڈا،
بولو میٹھا میٹھا!
ہمدرد
SGS
ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان
ISO 9001:2000 CERTIFIED
www.hamdard.com.pk
HAMDARD LABORATORIES (WAQF) PAKISTAN
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
شربت روح افزا
ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان

مسجد کی تعمیر میں تعاون کیجئے

مسجد خاتم النبیّن ومدرسہ ختم نبوت

زیراہتمام: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

سنگ بنیاد: امیر مرکزیہ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ العالی

گمبٹ ضلع خیرپور میرس سندھ میں مسجد کی تعمیر کا کام جاری ہے احباب سے تعاون کی اپیل ہے

برائے رابطہ: شیخ عبدالسمیع ناظم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گمبٹ، ضلع خیرپور میرس

فون: 0243-640076 سیل: 0301-6685585

سانحہ ارتحال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مخلص معاون جناب شیخ فیاض الدین صاحب (سینٹرل آپٹیکل والے) قضائے الٰہی سے رحلت فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی عمر ۷۰ سال تھی۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی انتہائی پارسائی اور دین داری کے ساتھ بسر کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے علاوہ دیگر دینی اداروں کے ساتھ بھی تعاون فرماتے تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زعماء حضرت خواجہ خان محمد دامت برکاتہم، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا سعید احمد جلال پوری، مولانا قاضی احسان احمد، محمد انور اور دیگر نے شیخ فیاض الدین مرحوم کی رحلت پر ان کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا اور مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی مرحوم کے لئے دعائے مغفرت وبلندیٔ درجات کی اپیل ہے۔

فرماگئے یہ ہادیؐ

ختم نبوت زندہ باد

لانبی بعدی

ختم نبوت کانفرنس

۲۷/مئی ۲۰۰۷ء بروز اتوار بعد نماز عشاء
بمقام مسجد بلالؓ (نزد قبرستان)
کاؤنٹی گارڈن اسکاؤٹ کالونی

یکم جون
۲۰۰۷ء خطبہ جمعۃ المبارک
جامع مسجد فلاح دستگیر فیڈرل
بی ایریا

۲۸/مئی ۲۰۰۷ء بروز پیر بعد نماز عشاء
بمقام مدرسہ سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ للبنات
انم ہومز جامعہ ملیہ روڈ ملیر کراچی

۲۹/مئی ۲۰۰۷ء بروز منگل بعد نماز مغرب
بمقام جامع مسجد محمدی
کے ای سی کالونی فیز II گلشن حدید

۳۱/مئی ۲۰۰۷ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء
بمقام جامع مسجد بہار کالونی
مسجد روڈ گلی نمبر 12

زیر سرپرستی:
استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت
ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب
رئیس جامعۃ العلوم اسلامیہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
رکن مرکزی
مجلس شوریٰ

مہمان خصوصی:
شاہین ختم نبوت حضرت اقدس
مولانا اللہ وسایا صاحب
مرکزی رہنما عالمی مجلس
تحفظ ختم نبوت
پاکستان

زیر صدارت:
جانشین شہید اسلام حضرت مولانا
سعید احمد جلال پوری صاحب
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
کراچی

اسلاف کی نشانی حضرت مولانا
صاحبزادہ **طلحہ رحمانی** صاحب بنوری ٹاؤن

حضرت مولانا
محمد اعجاز صاحب
نائب مدیر ماہنامہ بینات
رہنما مجلس تحفظ ختم نبوت

نجم القراء جناب قاری
محمد اکبر مالکی صاحب کراچی

حضرت مولانا
قاضی احسان احمد صاحب
مبلغ عالمی مجلس تحفظ
ختم نبوت کراچی

جناب **محمد انور** صاحب
ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی

مداح رسول جناب
مولانا **محمد اشفاق** صاحب کراچی

تمام غیور مسلمانوں سے شرکت
کی پرزور درخواست ہے

ثناء خواں
حافظ محمد ابوبکر صاحب کراچی

شعبہ نشرواشاعت: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی فون: 021-2780337

عالمی مجلس
تحفظ ختمِ نبوت سے تعاون

شفاعتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاترِ ختمِ نبوت، دار التصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختمِ نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کیلئے
زکوٰۃ، صدقات، خیرات، فطرہ، عطیات عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو عنایت فرمائیں

ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 4583486-4514122، فیکس: 4542277

اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان۔

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 2780337 فیکس: 2780340

اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ

نوٹ: مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں

نوٹ: رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے

اپیل کنندگان:

(مولانا) خواجہ خان محمد
امیر مرکزیہ

سید نفیس الحسینی
نائب امیر مرکزیہ

(مولانا) عزیز الرحمن
ناظم اعلیٰ